بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۱	ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ / نومبر ۲۰۱۰ء	جلد : ۱۸

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلٰی

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر
امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس
E-mail: jmj786_56@hotmail.com
fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37726702
رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
اِستفتاء قید و بند، کوڑے اَور جرمانے	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۰
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۱۶
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۱
حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۳
اِسلام کی اِنسانیت نوازی	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۳۰
ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واَحکام	جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۳۳
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۱
توبہ نامہ	جناب پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی مرحوم	۴۳
سفرنامہ....... چھ دِن مراکش میں	جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب طیبؔ	۵۱
دینی مسائل		۵۹
اَخبار الجامعہ		۶۲

آپ کی مدتِ خریداری ماہ...ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ.................روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد!

۲۴؍ اکتوبر کی بات ہے جمعیت علمائے اِسلام کے ناظم عمومی حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری ظہر کے بعد جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے طلباء سے خطاب بھی فرمایا عصر کی نماز کے بعد جامعہ کے چمن میں چائے کی مجلس کے دوران قومی وصوبائی اسمبلی کا جعلی سندوں پر اِنتخاب لڑنے والے اَرکان پر بات چل نکلی تو مولانا نے بتلایا :

> ''اصل میں علماء کو اِسمبلی کی رُکنیت سے محروم اَور آئندہ کے لیے نا اہل قرار دینے کے لیے یہ سازشی تحریک شروع کی گئی تھی تا کہ کسی بہانے مدارس کی سندوں کو مسترد یا جعلی قرار دے کر علماءِ کرام سے گلوخلاصی کر لی جائے۔''

مگر ہوتا وہ ہے جو خدا چاہتا ہے جب تحقیقات شروع ہوئیں تو اُن کا دائرہ بڑھتا ہی چلا گیا اَور اِنکشاف ہوا کہ جعلی سندوں پر اِنتخاب لڑنے والوں کی بڑی تعداد کا تعلق برسر اِقتدار پیپلز پارٹی اَور مسلم لیگ سے ہے اَور اِس بات کا بھی اِنکشاف ہوا کہ اِن دونوں پارٹیوں کے بعض اَرکان نے مدارس سے بھی جعلی سندیں حاصل کر رکھی ہیں جن کے بل بوتے پر یہ اَن پڑھ اِسمبلیوں میں بیٹھے قوم کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ خدانہ کرے کہ کوئی دیوبندی مدرسہ اِس جعل سازی کا مرتکب ہوا ہو اَلبتہ اہلِ تشیُّع اَور دیگر مکاتبِ فِکر کے مدارس اِس جعل سازی کے مرتکب ہوئے ہیں مگر حسبِ سابق سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر اِس رنگ میں بھنگ گھولنے کا سہرا کالج اَور یونیورسٹیوں کے سر رہا ہے۔

اِن کے سند یافتہ اَن پڑھ فضلاء ہی نے ایک طرف اَگر فلمی دُنیا سے بے حیائی کو فروغ دے کر یہود ونصاریٰ کو شرما دیا ہے تو دُوسری طرف کھیل کود کے میدانوں میں جُھرلو چلا کر اِس کو اپنے اصل مقام پر

لاکھڑا کیا ہے۔ رہی سہی کسر اِن سند یافتہ اَور جعلی سند والے اَرکان نے پوری کرتے ہوئے قومی اِداروں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے کیونکہ اپنی بد دیانتی اَور کارکردگی کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔

کالجوں اَور یونیورسٹیوں سے جعلی اَسناد کا اِجراء یقینی طور پر ''قومی سرقہ'' ہے جس کی وجہ سے پوری دُنیا میں پاکستان کی رُسوائی ہوئی ہے اِن کے ذمہ داروں کو عبرت ناک سزا دینا ملک وقوم کے مفاد میں ہے اَور نظر اَنداز کرنا ستم بالائے ستم۔

مولانا نے بتلایا کہ علماء کے خلاف سازش کرنے والوں کی سرتوڑ کوششیں اَب یہ ہیں کہ نا اہلی اَور جعلی سندوں کی تحقیقات کے معاملہ کو کسی نہ کسی طرح دفن کر دیا جائے تاکہ بے سان وگمان گلے پڑنے والی مصیبت کے طوق سے گلوخلاصی ہو جائے اَور بندر بانٹ کی کساد بازاری ختم ہو کر زِندگی کی بدمست بہاریں پھر سے عود کر آئیں۔ کسی نے سچ کہا ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولانا نے ایک واقعہ مزید بیان کیا کہ بلوچستان کے ایک وڈیرے نے کسی شیعہ مدرسہ کی جعلی سند پر اِنتخاب لڑکر کامیابی حاصل کی تھی وہ اپنے اِسی مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں آیا تو جج صاحب نے اُن سے پوچھا :

کیا آپ اِس مدرسہ کے سند یافتہ ہیں؟

وڈیرے نے جواب میں کہا : ''الحمد للہ''

جج صاحب نے وڈیرے سے کہا : آپ ''الحمد للہ'' کا مطلب بتلا دیں۔

وَڈیرا...کچھ جواب نہ دے سکا۔

اللہ کے دین سے بیزاری کی سزا سوائے ذِلت اَور خواری کے کچھ نہیں ہوتی۔ باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ اِن لوگوں نے اللہ سے داؤ کھیلا اَور اللہ نے (جواب میں) اُن سے داؤ کیا اَور اللہ داؤ کھیلنے والوں میں بہتر داؤ کرتے ہیں۔

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ درسِ حدیث ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اہلِ بدر کا وظیفہ سب سے زیادہ۔ عوام کو ٹیکسوں میں رعایت
سرکاری چراہ گاہوں میں غریبوں کو چھوٹ
وَسائل کی تقسیم اَور علاقائی نفرتوں سے بچاؤ

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 63 سائیڈ A 1986 - 11 - 21)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ سیدنا و مولانا محمد وآلہ و اصحابہٖ اجمعین اما بعد !

ایک روایت میں آتا ہے قیس بن اَبی حازم ہیں یہ روایت کرتے ہیں اَور قیس بن اَبی حازم تابعی ہیں مگر اِن کو ایک خاص شرف حاصل ہے کہ یہ اُن علماء میں سے ہیں کہ جنہوں نے عشرۂ مبشرہ کو دیکھا ہے اَور حضرات جنہوں نے اِن دس صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے تابعین میں بہت ہوں گے لیکن اُن سے آگے حدیثیں نہیں ہیں اِن کی خصوصیت یہ ہے کہ اِن سے آگے حدیثیں لی گئی ہیں تو یہ علماء میں شمار ہوئے کہ تابعین میں عالم بھی ہو اَور ایسا عالم ہو جس نے سب کو دیکھ رکھا ہو ایسی صورت بہت ہی کم ہے اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ **ھُوَ عِنْدِیْ اَفْضَلُ التَّابِعِیْنَ** میرے نزدیک یہ تابعین میں سب سے افضل ہیں وجہ اِس کی وہی ہے کہ اِنہوں نے اُن دس کے دس صحابۂ کرام کو جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی دیکھا ہے۔

اہلِ بدر کو فی کس پانچ ہزار وظیفہ :

وہ فرماتے ہیں کہ اہلِ بدر کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ پانچ پانچ ہزار تھا، اَب یہ پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ اگر ہو وظیفہ تو اُس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑی رقم تھی یہ۔

مفتوحہ زمینیں اَور اِسلامی اصول :

اِسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ جہاد میں جو لوگ شریک ہوں اَور کوئی علاقہ فتح کر لیں لڑ کر تو وہ علاقہ اِمام کو اِختیار ہے یعنی خلیفۂ وقت کو کہ چاہے تو اُس کو اِن لوگوں میں تقسیم کردے اَور چاہے تو وہ بیت المال کی ملکیت قرار دے اَور اُس آمدنی میں سے جو اُس علاقے سے ہوتی ہے مجاہدین کو وظیفہ دیتے رہیں۔

یہ وہ مجاہدین ہیں کہ جو تنخواہ نہیں لیتے جہاد کے لیے نکلتے تھے اپنے خرچ پر تو ایسے لوگ کہ جو اَپنے خرچ پر جہاد کے لیے جائیں وہ علاقہ فتح کر لیں تو اُن کے لیے دونوں میں سے ایک صورت اِختیار کی جائے گی یا وہ علاقہ بانٹ کر اُن سب کو دے دیا جائے گا چاہے مرلے مرلے آئے چاہے کنال کنال آئے چاہے ایکڑوں کے حساب سے آئے چاہے مربوں کے حساب سے آئے وہ اُنہیں دے دیا جائے گا۔

دُوسری صورت وہی ہے کہ یہ سب بیت المال کا ہو اَور مرکزی بیت المال میں جمع ہوتی رہے گی یہاں کی آمدنی اَور اُس کا طریقہ بھی ہے کچھ کہ بیت المال حکم دے گا کہ اِس علاقے والوں کو ترجیح دو اِن کی ضروریات پہلے پوری کرو جو اِن سے بچتا ہے وہ مرکزی بیت المال میں جایا کرتا ہے۔

رعایا پر ٹیکس، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے بخاری شریف میں روایت ہے کہ صحابۂ کرام خراج وصول کر کے لائے عراق کا تو اُنہوں نے کہا کہ دیکھو تم اِتنا زیادہ لے آئے ہو کہ جو وہاں کی زمین کی پیداوار سے زیادہ لگتا ہے مجھے، اِتنی پیداوار نہیں ہوتی ہوگی کہ جس پر اِتنا خراج وصول کیا جائے **هَلْ حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ** دو حضرات تھے وہ جو گئے تھے اِس کام کے لیے وہاں مقرر ہو کر افسر ہو کر اُن سے اُنہوں نے کہا کہ کیا تم نے ایسے تو نہیں کیا اُنہوں نے کہا نہیں یہ بات نہیں **هِيَ لَهٗ مُطِيْقَةٌ** پھر اُنہوں نے کہا **اُنْظُرَا**[1] غور کرو کہیں ایسا تو نہیں، اَب یہ اَدنیٰ اَدنیٰ سی باتیں ہیں مگر......!

---

[1] بخاری شریف ص ۵۲۳

آج کے حکمران اَور ٹیکسوں کی بھر مار :

ہمارے دَور میں تو اِن کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی ٹیکس لگا دیتے ہیں مہنگا کر دیتے ہیں زبردستی وصول کرتے ہیں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ رعایا کی سہولت کس چیز میں ہے مگر اُن کے یہاں مسلم اَور غیر مسلم تمام ہی رعایا کی رعایت نہایت ضروری تھی۔

علاقائی نفرتوں سے بچاؤ، زکوة کی وصولی اَور تقسیم کا طریقہ :

ایک تو وہ ہے آمدنی کہ جس میں کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی ہے جیسے کہ قدرتی پیداوار تو اُس کی بات اَلگ ہے باقی جس میں محنت کرتی پڑتی ہے اُنہیں کچھ کرنا پڑتا ہے تو اُس کے لیے یہ ہے کہ ایک تناسب سے لیا جائے اُن سے اَور پھر لے کر وہ زکٰوۃ وغیرہ جو ہوگی وہ خرچ کی جائے گی اُس ہی علاقے کے لوگوں پر پہلے، اُن کی ضروریات کو ترجیح دی جائے گی تا کہ یہ علاقائی جو ہیں (نفرت کے) جذبات یہ پیدا ہی نہ ہونے پائیں ورنہ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو پیداوار ہماری اَور ہم ہی محروم۔ تو اِس بات کا اِحساس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ تھا۔

سرکاری چراگاہ، مالداروں کے مقابلہ میں مقامی لوگوں کی رعایت :

ایک علاقہ تھا جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چراگاہ بنالی تھی سرکاری تو اُس علاقے والوں کے بارے میں اُنہوں نے ہدایت کی تھی کہ اگر مقامی لوگوں کے جانور سرکاری چراگاہ میں آجائیں تو منع نہ کرنا اُنہیں مت روکنا باقی حضرت عثمان حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف رضی اللہ عنہما تو اِن کے جانوروں کو اِجازت نہیں ہے اِن کے جانوروں کو بالکل نہ آنے دیں اَور فرمانے لگے کہ اَگر اِن کے جانور مر بھی جائیں تو اِن کے لیے گزر اَوقات کی اَور صورتیں بھی ہیں اَور اُن (غریب مقامی لوگوں) کے جانور اَگر مر گئے تو وہ کیا کریں گے؟ وہ تو غریب لوگ ہیں اُن کے دِل میں تو یہ آئے گا کہ یہ زمین وہ ہے جو ہمارا حق تھی ہم سے چھین لیا اِس حق کو، ہمیں اِس سے فائدہ پہنچتا یہ فائدہ ہم سے روک دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہوگا وہ اِسی پر زمانۂ جاہلیت میں رہے ہیں قائم اِسی زمین کی حفاظت کرتے رہے ہیں اپنی زمین پر دُوسرے کی حکومت نہیں ہونے دی ہے اُنہوں نے تو فَقَاتَلُوْا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاَسْلَمُوْا عَلَيْهَا فِي الْاِسْلَامِ [1] زمانۂ جاہلیت میں وہ

---

[1] بخاری شریف ص ۴۳۰

اِسی زمین کے لیے تحفظ کرتے رہے ہیں اپنے علاقے کا اَور لڑتے رہے ہیں اَور اِسلام جب قبول کیا ہے تو وہ اِسی زمین پر تھے اَور اِس کے مالک تھے اَب وہ یہ سمجھیں گے کہ میں نے اُن کی زمین چھین لی ہے۔

تو فرماتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا کہ یہ زمین میں نے مسلمانوں ہی کے فائدے کے لیے تحویل میں لی ہے تو پھر میں کبھی بھی نہ لیتا اُن کی زمین مَا حَمَلْتُ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا ایک بالشت بھر بھی زمین میں اُن کے علاقے کی نہ لیتا اُن کے شہروں کی نہ لیتا تو اِس چیز کی تو اجازت ہے کہ اُن غریبوں کے جانور اگر گھس آئیں وہاں چراگاہ میں تو اُنہیں تو منع نہ کرنا لیکن اِن حضرات کے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما اِن کے جانور اگر آجائیں تو بالکل پھر اِجازت نہیں ہے میری کہ اِنہیں آنے دو اِن کے جانور مَر بھی جائیں اگر تو بھی کوئی حرج نہیں ہوگا اِن کا گزارہ پھر بھی ہوتا رہے گا اِن کے پاس اَور ذرائع ہیں يَرْجِعَانِ اِلٰى زَرْعٍ وَّ نَخْلٍ یہ پیداوار کھیتی باڑی اَور کھجوروں کے باغات یہ اِن کے گزر اَوقات کے لیے اِن کی مِلک میں ہیں اِتنے ہیں کہ یہ اپنا گزارہ کر سکیں گے اَور اُن (علاقائی آبادکاروں) کے پاس اگر خرچ ختم ہوجائے گا اَور جانور مَر جائیں گے تو وہ میرے پاس آئیں گے اَور مجھ سے کہیں گے کہ بیت المال سے ہماری اِمداد کرو ہمارے پاس کھانے پینے کو نہیں رہا تو گویا وظیفہ اَور کھانے پینے کے لیے تعاون اَور امداد یہ حکومت پر حق ہوتا ہے رعیت کا۔

ہندوستان میں اَنگریزوں کی لُوٹ کھسوٹ :

اَنگریز نے یہ نہیں کیا اَنگریز نے یہ کیا ہے کہ چھینو اِن سے اَور اِنہیں تنگ رکھو اَور اِن سے طرح طرح سے وصول کرتے رہو اَور جو اِن کی برداشت بھی نہ ہو اُتنا وصول کرو یہ ہماری طرف توجہ کے قابل ہی نہ رہیں، وہی نظریہ آج تک ہمارے یہاں چلا آرہا ہے رعایا کو فائدہ پہنچانے کی کبھی نہیں سوچتے اپنا خزانہ پورا کرنے کی سوچتے ہیں اَور خزانے پر بار پر بار بڑھائے چلے جاتے ہیں کہ فلاں قسم کا شعبہ اَور نکال دیا اَور فلاں قسم کا شعبہ اَور نکال دیا سارا غلط کام ہے بوجھ لوگوں پر پڑ رہا ہے اُس کا مگر جب فتوحات زیادہ ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اِختیار کیا کہ یہ جو فتوحات کر رہے ہیں اگر اِن کو ہی یہ زمین دے دی جائے تو ہر ایک اِن میں سے نواب ہوجائے گا بہت بڑے بڑے جاگیردار بن جائیں گے یہ میں نہیں کروں گا میں یہ کروں گا کہ یہ زمین بیت المال کے لیے ہو اَور اُس کے بعد جو مجاہدین ہیں اُن کو وظیفہ دیا جاتا رہے۔

حضرت بلالؓ، حضرت اَبوعبیدہؓ کا اِختلاف :

مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اِس میں اِختلاف تھا حضرت ابوعبیدہ ابنِ جراح رضی اللہ عنہ کو اِختلاف تھا لالچ کی وجہ سے نہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تو بالکل زاہد تھے اِتنے زاہد کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو اُن کی طرزِ زندگی تھی اُنہوں نے اُس سے ذرا بھی تبدیلی نہیں اِختیار کی۔

حضرتؓ کا زُہد :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دَورے پر گئے ہیں وہاں مجاہدین کو دیکھنے کے لیے شام کی طرف حضرتِ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خیمے میں قیام کیا مہمان ہوئے اُن کے، اُن کے کھانے کا جب وقت آیا تو اُنہوں نے اپنا کھانا جو تھا وہ رَکھ دیا سامنے اَور وہ تھا سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر یہ وہ کھالیا کرتے تھے۔ میدانِ جہاد میں ہیں جہاد کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ اَور پھر اُن کا یہ حال تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب کو دُنیا نے بدل دیا ہے لیکن تمہارے اُوپر دُنیا کا کوئی اَثر نہیں ہے تو اُنہیں کوئی لالچ نہیں تھا مال جمع کرنے کا یا اَور کسی بھی طرح کا بس مسئلہ کی حیثیت سے اِختلاف تھا۔ حضرتِ بلال اَور حضرتِ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما اَور کچھ اَور حضرات اُن کے نزدیک یہی تھا کہ اِسلام میں مسئلہ ہی یہ ہے کہ یہ مفتوحہ زمینیں مجاہدین کا حق ہوتی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پریشان رہے پھر اِن حضرات کی وفات ہوگئی ایک وَبا میں ایک طاعون میں یہ حضرات شہید ہوگئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو رائے تھی اُس سے اِختلاف تھا پھر اِتفاق ہوگیا لوگوں کا اَور اُنہوں نے یہ طریقہ اِختیار کرلیا کہ جو مجاہدین ہیں اُن کا وظیفہ اَور اگر وہ نہ رہیں اَور گزر اَوقات کی کوئی سبیل نہ ہو تو پھر اہلِ خانہ بھی رجوع کر سکتے تھے بیت المال کی طرف، بیت المال سے اُن کا وظیفہ بھی جاری ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ بدر کو شمار کر کے پانچ پانچ ہزار وظیفہ لگا دیا جتنے زندہ تھے بہت سے تو شہید بھی ہوئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں شہید ہو چکے تھے اَور باقی مجاہدین کا اِس سے کم تھا اُنہوں نے کہا **لَاُ فَضِّلَنَّھُمْ عَلٰی مَنْ بَّعْدَھُمْ** [1] جو اُن کے بعد ہیں اُن کے اُوپر میں اِن کو اَفضلیت ضرور دُوں گا چنانچہ اہلِ بدر کی فضیلت یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کے ساتھ آخرت میں محشور فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا...

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۵۸۱

علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۲ ، قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

فتوٰی

استفتاء قید و بند کوڑے اَور جرمانے وغیرہ کے اِسلامی احکام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محترم و مکرم دام مجدکم اَلسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خط میں اِستفتاء کے سوالات بہت تھے اَور پیچیدہ بھی۔ فتوؤں کا جواب ہمارے جامعہ کے مفتی صاحب لکھا کرتے ہیں لیکن آپ کا نہ معلوم کیوں اِصرار تھا کہ میں ہی جواب لکھوں مگر میں پھر بھی یہ فتوٰی مفتی صاحب ہی کو دے دیتا کہ وہی جواب لکھ دیں لیکن وہ حج کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ مجھے جامعہ کے بہت کام رہتے ہیں پڑھانے کے دوران فرصت نہیں ملتی کہ لمبی تحریر کا جواب لکھوں اَب عید کی چھٹیوں میں کچھ وقت ملا ہے تو جواب خود ہی لکھ رہا ہوں کیونکہ عالم کے لیے حدیثِ پاک میں وعید آئی ہے کہ اَگر اُس سے پوچھا جائے اَور وہ جانتا ہو پھر پوچھنے والے کو نہ بتلائے تو (معاذ اللہ) قیامت کے دِن اُس کے آگ کا لگام ڈالا جائے گا اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ . (مشکوٰۃ ص:۳۴)

یہ جواباً خط بھی ہے اَور فتوی بھی کیونکہ بغیر حوالہ کے کوئی بات نہیں لکھوں گا اَور حوالہ بھی وزنی ہوگا اِنشاء اللہ۔ عربی عبارت کہیں ضروری ہوئی تو لکھ دُوں گا ورنہ اُس کا مفہوم اَور ترجمہ لکھ کر کتاب کا صفحہ اَور جلد نمبر لکھ دُوں گا تاکہ اگر آپ کسی عالم سے تصدیق کرانی چاہئیں تو وہ کتاب سے بسہولت حوالہ نکال سکے اَور

تصدیق کر سکے اَور یہ بھی واضح ہو جائے کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھ رہا ہوں صرف احکامِ اِسلام نقل کر رہا ہوں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ .

(1) آپ نے سوال کیا ہے کہ ''کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مارشل لاء لگایا تھا۔''

جواب : محترم اِس کا جواب یہ ہے کہ اُنہوں نے مارشل لاء کبھی نہیں لگایا۔ اگر کسی صاحب نے یہ بات کہی ہے تو اُنہوں نے مارشل لاء کی تعریف سمجھے بغیر ہی یہ کہہ دیا ہے۔ آج کل مارشل لاء اُس قانون کو کہا جاتا ہے جو اَنگریز نے اپنی فوج کے لیے قانون بنایا تھا اَور سول لاء اُس قانون کو کہا جاتا ہے جو اَنگریز نے عام پبلک کے لیے تیار کیا تھا۔ اِس کی کئی قسمیں ہیں: فوجداری، دِیوانی اَور مالیات (اِنکم ٹیکس وغیرہ)، مارشل لاء اُس وقت سے اَب تک فوج میں رائج و نافذ چلا آ رہا ہے، اِسے اگر پبلک پر نافذ کیا جائے تو اُس کی چادر تنگ ہو جاتی ہے لہٰذا جو بھی چیف مارشل لاء اَیڈمنسٹریٹر ہوتا ہے وہ حسبِ ضرورت ضابطے جاری کرنے شروع کرتا ہے، ضابطہ نمبر ایک سے جہاں تک بھی ضرور تیں نمبر پہنچا دیں وہ نمبروار ضابطے بڑھاتا اَور نافذ کرتا چلا جاتا ہے اِس میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ ضابطہ شریعت کے مطابق ہو، تو وہ شریعت سے ہٹ کر بھی ضابطے جاری کر سکتا ہے۔ وہ خود مختار اَور آمر ہوتا ہے ایسی بات کا سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، مثال کے طور پر اُنہوں نے بُزَاخَۃ سے آنے والے وفد سے فرمایا کہ تم ہمارے اُن مقتولین کا جو تم سے جہاد میں شہید ہوئے خون بہا دو۔ اِس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جہاد میں شہید ہونے والوں کی کبھی دیت نہیں لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے اَور اپنے اِس فیصلہ سے فورًا ہی رجوع فرما لیا۔ اِس مثال کی روشنی میں غور کریں کہ کیا وہ مروج مارشل لاء کی طرح ضابطے جاری فرمایا کرتے تھے یا یہ دیکھتے اَور پوچھتے تھے کہ ضابطہ شریعت کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ ضابطہ نہ بناتے تھے نہ نافذ فرماتے تھے۔ غرض اِن کے بارے میں ایسی بات جان بوجھ کر کہنا بہت ہی بڑی گستاخی ہے اَور لاعلمی میں کہہ دینا نادانی ہے۔

(2) آپ نے پوچھا ہے کہ ''شریعتِ مطہرہ میں بھی کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے اَور آج کل مارشل لاء کے تحت بھی کوڑوں کی سزا دی جا رہی ہے، اِس میں کیا فرق ہے؟

جواب : (الف) اِس کا جواب یہ ہے کہ اِسلام میں کوڑوں کی سزا تین قسم کے گناہوں پر دی جاتی

ہے۔کنوارے مرد وعورت اگر زنا کا اِرتکاب کریں تو اُنہیں سو کوڑوں کی، اَور اگر کوئی کسی پر زنا کا اِلزام لگا دے اَور اُسے ثابت نہ کر سکے تو اُسے اَسی (۸۰) کوڑوں کی، اَور اگر کوئی شراب پیئے ہوئے پکڑا جائے تو اُسے بھی اَسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے، چوتھی صورت کا نام ''تعزیز'' ہے۔تعزیز یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے جرم یا گناہ کا اِرتکاب کرے جس کا تعلق خدا سے یا بندوں کے حقوق سے ہو مثلاً نماز روزہ چھوڑنا یا کسی شخص کو ناحق اپنے ہاتھ سے تکلیف پہنچانا یا کسی شخص کو ایسی بری شرم اَور عار کی بات کہہ دینا کہ جس کے دو معنی ہوتے ہوں اگر ایک معنی مراد لیے جائیں تو شرعی حد لازم آ جاتی ہو اَور دُوسرے معنی لیے جائیں تو شرعی حد لازم نہ آتی ہو مگر اُس کی بے عزتی ضرور ہوتی ہو مثلاً کسی کو کافر یا فاسق یا فاجر یا سود خور یا شرابی یا چور کہہ دے تو اِس صورت میں تعزیزی سزا دی جائے گی جو بھی حاکم مناسب سمجھے چاہے ڈانٹ ڈپٹ کر دے یا کسی اَور طرح سرزنش کر دے یا چھڑی وغیرہ سے پٹائی کر دے یا زیادہ سے زیادہ اگر ضروری معلوم ہو تو کوڑے لگوا دے۔

☆ اَور اگر کسی شخص نے کسی کو کتا، سور یا گدھا کہہ دیا تو اُس پر کوئی تعزیزی کارروائی نہیں کی جائے گی۔(بدائع الصنائع ص:۶۳ ج ہفتم، فتاوی شامی ص:۱۹۹ ج:۳)

☆ اگر بیوی شوہر سے خرچ اَور کپڑا مانگتی ہے اَور اِصرار کرتی ہے تو اِس پر شوہر کو تعزیز کا حق نہیں کیونکہ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا جس کا کسی پر حق ہو وہ اُس کے بارے میں بات کرنے کا حق رکھتا ہے۔(شامی ص:۲۰۷ ج:۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ تعزیز ایسے گناہ پر ہوتی ہے کہ جس کے بارے میں شریعت نے کوئی سزا مقرر نہ کی ہو اُس گناہ کا تعلق خدا سے ہو یا بندوں سے اَور اُس میں حاکم کا زبانی نصیحت کر دینا، گھورنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا بھی شریعت کی نظر میں تعزیر شمار ہوتا ہے اَور ایسا شدید مجرم ہو تو کوڑے بھی لگائے جا سکتے ہیں۔

(ب) لیکن اِسلام میں کوڑوں کا مقصد اُسے ذلیل کرنا ہے اِس لیے حد اَور تعزیر دونوں میں اِتنی زور سے نہ مارے جائیں گے کہ بدن کی کھال پھٹ جائے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس بارے میں اِمام اعظم ابوحنیفہ، اِمام مالک، اِمام شافعی اَور اِمام احمد، چاروں ہی ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کے اِرشادات اَور اُن کا مسلک ہر ہر مسلک کی بڑی سے بڑی اَور معتبر ترین کتابوں سے لکھ دیا جائے تاکہ واضح ہو جائے کہ ہر مسئلہ پر سب کا اِتفاق ہے۔لہٰذا اِختصار ملحوظ رکھتے ہوئے

اِمام اعظمؒ کی مسند آبی حنیفہ، قاضی القضاۃ اِمام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج، بدائع الصنائع، فتح القدیر اَور عنایہ شرح ہدایہ اَور شامی سے حنفی مسلک اَور مسلک مالکی اِمام مالکؒ کے مسلک کی قدیم ترین کتاب المدونہ سے، اَور مسلکِ شافعی خود اُن کی کتاب ''الام''، مختصر المزنی سے اَور حنبلی مسلک اُن کی اہم اَور معروف ترین کتاب ''المغنی'' سے لے کر لکھ رہا ہوں۔

☆ اِمام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں کوڑے مارتے وقت جلاّد کے لیے صرف اِتنا ہاتھ اُٹھانا بتلایا ہے کہ اُس کی بغل نظر نہ آئے کوڑے کی گھنڈی کاٹ دی جائے اَور اُسے نرم کر لیا جائے۔ (مسندِ اَبی حنیفہؒ ص: ۱۵۵، بدائع ص: ۶۰ ج ہفتم، المغنی ص: ۳۱۵ ج: ۸)

☆ فقہ حنفی کی معروف ترین کتاب ہدایہ اَور اُس کی شرح فتح القدیر اَور عنایہ میں ہے: کوڑا اِکہرا ہو، اگر دوہرا ہو (دو تسموں والا ہو) یا دُمدار (لمبے سرے کا) بنایا گیا ہو تو وہ دو کوڑوں کے برابر شمار ہوگا۔ (فتح القدیر ص: ۱۲۶ ج: ۴)

☆ کوڑا نہ بالکل نیا ہو نہ بالکل پرانا۔ (مختصر المزنی ص: ۲۶۷)

☆ کوڑا درمیانی درجہ کا ہو۔ (کتاب الخراج: ۱۶۲)

☆ یہ لحاظ رکھنا ضروری ہوگا کہ زیادہ چوٹ نہ لگے۔

☆ کمزور آدمی کو جتنی اُس کی برداشت ہو رعایت رکھتے ہوئے کوڑے لگائے جائیں گے۔

☆ کوڑے ایک جگہ نہیں مارے جائیں گے بلکہ سارے جسم پر مارے جائیں گے۔

☆ سر چہرہ اَور شرمگاہ پر کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ (ہدایہ و شرح ہدایہ فتح القدیر مع عنایہ ص: ۱۲۶ ج: ۴)

☆ سینہ اَور پیٹ پر بھی نہ مارے۔ (شامی ص ۱۶۱ ج: ۲)

☆ شدید گرمی اَور شدید سردی میں بھی کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

☆ کوڑے ایک ہی جگہ نہ مارے جائیں کہ کھال پھٹ جائے اَیسی مار جس سے کھال پھٹ جائے یا کوئی عضو تلف ہو جائے جائز نہیں۔ (بدائع الصنائع ص: ۵۹ ج: ۷، المغنی ص: ۳۱۶ ج: ۸)

☆ حد اُس پر کھڑے کھڑے لگائی جائے گی نہ تو اُسے ٹکٹکی پر باندھا جائے گا نہ زمین پر لٹایا جائے گا

یہ بدعت ہے۔

☆ کوڑا مارنے کے بعد جلاد کوڑے کو (جلد پر) کھینچے نہیں بلکہ اُٹھالے، مارنے کے بعد اُسے کھینچنا ایسا ہی ہے جیسے دُوسری دفعہ مارا گیا ہو۔

☆ جلاد سمجھدار ہونا چاہیے جو مار کی کیفیات کا ماہر ہو وہ درمیانی درجہ کی ضرب سے مارے نہ بہت شدید اُور نہ ایسی کہ کوڑے کے کوڑے کا احساس ہی نہ ہو۔ (بدائع الصنائع ص:۶۰ ج:۷، المدونۃ الکبرٰی ص:۲۴۸ ج:۶)

☆ مرد کے کھڑے اُور عورت کو بٹھا کر کوڑے لگائے جائیں گے حدود میں بھی اُور تعزیرات میں بھی۔ (شامی ص:۱۶۱ ج:۳)

☆ تعزیرات میں بھی اُن سب جگہوں کو مار سے بچایا جائے گا جنہیں حد میں بچایا جاتا ہے۔ (شامی)

☆ کوڑا لگاتے وقت چاہے اُسے درخت وغیرہ سے باندھ دیا جائے لیکن اُس کے ہاتھ کھلے چھوڑے جائیں گے جن سے وہ اپنا بچاؤ کرتا رہے گا نہ اُسے باندھا جائے گا نہ زمین پر لٹایا جائے گا اُور کوڑے لگنے سے خون نہ بہہ نکلے اِس کا لحاظ رکھا جائے گا۔ (کتاب الام ص:۱۵۴ ج:۷)

☆ شریعت میں حد لگانے کا مقصد یہ ہے کہ (اُسے اِس توہین سے شرم) عار دِلا کر دُوسروں کو عبرت بھی دِلائی جائے تاکہ دُوسرے لوگ ایسا نہ کریں یا یہ مقصد ہے کہ حکمِ خداوندی پورا کر دیا جائے تاکہ اُس کے جرم کا کفارہ ہو جائے۔ (مزنی عن الشافعیؒ مختصر المزنی ص:۲۶۷، کتاب الام ص:۱۵۴ ج:۷)

☆ اِسی لیے اِس کی حد سے زیادہ توہین نہیں کی جا سکتی کسی مسلمان کی گدّی (گردن) پر چپت نہیں مارے جائیں گے عَنِ السَّرَخْسِیِّ لَایُبَاحُ بِالصَّفْحِ لِاَنَّہٗ مِنْ اَعْلٰی مَایَکُوْنُ مِنَ الْاِسْتِخْفَافِ فَیُصَانُ عَنْہُ اَھْلُ الْقِبْلَۃِ۔ (شامی:۱۹۵ ج:۳)

☆ تعزیر اُس شخص کی غلطی کی تشہیر کر کے بھی ہو سکتی ہے۔ تذلیل و توہین کر کے بھی مثلاً جھوٹے گواہ کا منہ کالا کر کے، یہ بھی تعزیر میں داخل ہے۔ (شامی ص:۱۹۵ ج:۳)

☆ باپ کا بیٹے کو مارنا بھی تعزیر کہلاتا ہے۔ (شامی ص:۲۰۷ ج:۳)

☆ حدود میں حد جاری کرنی ضروری ہوتی ہے جیسے حدِ قذف لیکن بعض اَوقات مجرم ایسے مرض میں مبتلا ہوتا ہے جو کبھی بھی جانے والا نہ ہو جیسے سِل وغیرہ یا وہ قدرتی طور پر بہت ہی لاغر و کمزور ہوتا ہے تو ایسی صورت میں تخفیف کر کے کوڑوں کے بجائے کھجور کا ایسا خوشہ لے لیا جائے گا جو پھیلا ہوا ہو اَور اُس میں سو شاخیں ہوں یہ ایک دفعہ اِس طرح مار دیا جائے گا کہ سب شاخیں اُس کے بدن پر لگ جائیں۔ (شامی ص:۱۶۳ ج:۳)

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس فیصلہ کا اعلان فرما دیا تھا کہ اگر کسی حاکم نے تعزیر میں کسی کو بے جا سزا دی ہے تو اُس حاکم سے اُس شخص کا بدلہ دِلاؤں گا کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بدلا دِلایا تھا۔ (کتاب الخراج للامام ابی یوسفؒ ص:۱۱۵)

☆ حد اَور تعزیر میں مارنا صرف اِس صورت میں ہو سکتا ہے کہ کسی کی حق تلفی کی گئی ہو مثلاً فسق و فجور کا اِرتکاب یا قذف یا نشہ لیکن کسی کے تہمت لگا دینے پر یا کسی معمولی گناہ کے اِرتکاب پر تعزیر میں مارنا درست نہیں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو مارنے پیٹنے سے منع فرمایا ہے نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّیْنَ اَور ہمارے نزدیک وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اِس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ بتلایا ہے کہ بغیر اِس کے کہ اُن پر ایسی حد واجب ہوتی ہو کہ جس پر مارنے کا حکم آیا ہو اُنہیں مارا نہیں جا سکتا۔ (کتاب الخراج ص:۱۵۱)

---

(3) مالی جرمانے : آپ نے مالی جرمانوں کے بارے میں دریافت کیا ہے کہ شرعًا جائز ہیں یا نہیں؟

جواب : تو یہ خلافِ اِسلام ہیں کہیں مالی جرمانوں کا ثبوت ہی نہیں ہے ہمارے یہاں ایسے تمام قوانین کو بدل ڈالنا نہایت ضروری ہے جو خلافِ اِسلام چل رہے ہیں۔ تعزیر کی سزا میں مالی جرمانہ نہیں کیا جا سکتا لَا یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ اَخْذُ مَالِ اَحَدٍ بِغَیْرِ سَبَبٍ شَرْعِیٍّ شرعی وجہ کے بغیر کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کا بھی مال لے لے۔ (فتاوٰی شامی ۱۹۵، ۱۹۶ ج:۳) اَلبتہ شخصی نقصان کا تاوان دِلایا جاتا ہے، اور مغنی میں ہے: ''مجرم کا مال ضبط کرنا جائز نہیں کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں ایسا حکم کہیں کسی ایسی شخصیت سے منقول نہیں ہے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہو۔ (المغنی ص:۳۱۶ ج:۸)۔ (جاری ہے)

قسط : ۵

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ کی خصوصیات

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ بجنوری
فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ

✿ ✿ ✿

خدمتِ مشائخ واَساتذہ :

مذکورۃ الصدر سطور میں جو کچھ ہم ذکر کر چکے ہیں اگرچہ اِس کی نسبت کوہ و رائی کے برابر بھی نہیں ہے تاہم مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ جس ہستی کے متعلق ہم شیخ الاسلامؒ اَور قطب آخرالزماں وغیرہ اَلقابات سے اپنی عقیدت اَور جذبات کی ترجمانی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُسی ہستی مقدس کے یہ تمام فضائل وکمالات عالیہ منجانب اللہ اَکابر اَور مشائخ عظام اَور خصوصاً آنحضرت ﷺ کی رُوحانی صحبت کا ثمرہ ہیں۔

یہ کیفیت اُسے ملتی ہے کہ جس کے ہے مقدر میں مئے اُلفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

آپ کو اَوائلِ عمر ہی سے اَولیاء اللہ اَور مشائخ کی صحبت اَور خدمت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ۱۳۰۹ھ میں آستانہ عالیہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحب حاضر ہوئے اَور مدتِ مدید تک اپنے اُستاد محترم شیخ کامل کی وہ خدمت کی کہ تاریخ میں ایسی مثالیں کم ملیں گی۔ بقول بعض تلامذہ حضرت شیخ الہندؒ کی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ نے اِتنی خدمت کی ہے کہ تمام تلامذہ کی خدمات کا مجموعی طور پر موازنہ کیا جائے تو آپ کی خدمت دُوسروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوں گی۔

چنانچہ حضرت اُستاذی مولانا محمد جلیل صاحب اُستاذ دارالعلوم دیو بند نے ایک مرتبہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ :

> ''حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں ایک دفعہ بہت زیادہ مہمان آگئے تھے۔ بیت الخلاء صرف ایک ہی تھا جو دن بھر کی گندگی سے پُر ہو جاتا تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ روزانہ بیت الخلاء صبح صادق سے پہلے ہی صاف ہو جاتا تھا اَور پانی سے دُھلا ہوا پایا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن

تمام رات اِس راز کو معلوم کرنے کے لیے بیدار رہا اَور دُور سے جھانکتا رہا۔ جب رات کے دو بجے تو یہی حضرت شیخ الاسلامؒ ٹوکرا لے کر پاخانے میں داخل ہوئے اَور پاخانہ بھر کر جنگل کا رُخ کیا فوراً ہی میں نے جا کر راستہ روک لیا تو اِرشاد فرمایا دیکھئے کسی سے تذکرہ نہ کیجئے گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے پاخانہ کی نالی صاف کرنے کے لیے بھنگی کو طلب کیا اِتفاق سے بھنگی نہ ملا تب حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ؒ نے اپنے دستِ مبارک سے نالی کو صاف کر دیا۔'' (حیات شیخ الاسلامؒ اَز مولانا محمد میاں صاحبؒ)

یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنی جان و مال تمام ساز و سامان اَور راحت و آرام کو اپنے مشائخ کی خدمت میں صرف کر دیا چنانچہ جس وقت حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کے لیے گرفتار کیے گئے ہیں تو آپ نے بھی ساتھ دیا اَور حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت کی وجہ سے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں [1] اَور یہ گوارہ نہ کیا کہ آپ آزاد رہیں اَور شفیق اُستاذ جیل کی صعوبتیں برداشت کرے چنانچہ اِرشاد فرماتے ہیں :

''چونکہ میں مدینہ منورہ سے فقط مولانا (شیخ الہندؒ) کی خدمت کے لیے نکلا ہوں اِس لیے مجھ کو خدمت میں رہنا ضروری ہے اگر جدّہ سے مولانا ہندوستان تشریف لے گئے تو میرے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں وہاں مجھ سے اعلیٰ اعلیٰ خدام موجود ہیں اَور کسی دوسری جگہ اُن کو بھیجا گیا تو میرا ساتھ رہنا ضروری ہے اِس لیے جس طرح ممکن ہو مجھ کو مولانا (شیخ الہندؒ) کے پاس بھجوا دیجئے۔'' (اَسیر مالٹا ص ۴۱)

جیل خانہ کی تکلیف کوئی معمولی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ جزیرہ کے قید خانہ کی حقیقت اِس طرح بیان فرمائی ہے :

---

[1] حضرت شیخ الہندؒ نے بھی اپنے اُستاد مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمات کی مثالیں قائم کر دی ہیں جیسی اُنہوں نے اپنے شیخ کی خدمت کی ایسی ہی اِن کی گئی چنانچہ نانوتہ سے دیوبند کا پورا راستہ، برسات کا زمانہ، موسلا دھار بارش، راستہ خراب، آپ نے اِس حالت میں پیدل سفر طے کیا ہے کہ مولانا نانوتویؒ کو بخار ہے ایک ہاتھ سے حضرت اُستاذ کو سہارا اَور ایک ہاتھ میں گھوڑے کی لگام ہے۔

''کوٹھری میں ایک طرف کو بالٹی رکھی تھی جس میں وضو، پاخانہ پیشاب کرنے کا حکم تھا اِس بالٹی پر ڈھکنا بھی ہوتا تھا کوٹھری کا دروازہ لکڑی کا تھا جس میں کوئی سوراخ نہ تھا۔ کوٹھری میں پشت کی جانب سے ایک روشندان بہت اُونچا تھا جس سے ہوا اُور دِن کو روشنی آتی تھی۔ صبح کو ایک گھنٹہ اُور شام کو ایک گھنٹہ کوٹھری کھول کر ہوا کھلانے کے لیے نکالتے تھے۔'' (اسیر مالٹا ص ۵۰)

غرض کہ اِس طرح مالٹا کے موسم سرما کی صعوبتیں برداشت کیں اُور حقِ خدمت اَدا کر دیا۔

تعمیلِ حکم :

اِن مختصر حالات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک اُستاذ اور اُستاذ کے حکم کی کتنی بڑی عظمت ہو گی۔ چنانچہ تعمیل حکم میں بھی آپ نے مثال قائم کر دی اُور اپنی تمام مصلحتوں کو اُستاذ کے حکم کی تعمیل میں پامال کر دیا۔ حضرت شیخ الہند ؒ کو کلکتہ مدرسہ عالیہ کے لیے ایک مدرس کی ضرورت تھی [1] اُور آپ چاہتے تھے کہ کوئی قابل مدرس پہنچ کر وہاں کے حالات سنبھالے، بہت سے خدام حاضر تھے سب سے کہا گیا۔ سب نے اپنے اَعذار بیان کر کے معذرت چاہی۔ حضرت شیخ الاسلام ؒ نقش حیات میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت (شیخ الہند ؒ) نے کلکتہ کی ضروریات ظاہر فرما کر حکم کیا کہ جو رائے اُور عذر ہو ہر ایک لکھ کر دیدے۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ؒ اُور مولانا شبیر احمد صاحب ؒ نے لکھا کہ ہماری مائیں کلکتہ جیسی دُور دَراز جگہ پر جانے کی اِجازت نہیں دیتیں ہیں۔ حضرت (شیخ الاسلام ؒ) نے لکھا کہ میں اَمروہہ میں حضرت ہی کے حکم سے گیا تھا اُور حضرت ہی کے حکم سے خدمت میں حاضر رہنے کی غرض سے ملازمت تدریس چھوڑ کر حاضر ہوا اِس لیے کلکتہ جانے میں یہ مقصد عظیم فوت ہو جاتا ہے (حضرت شیخ الہند ؒ اُن اَیام میں مریض اُور صاحبِ فراش تھے اِسی خدمت کی طرف اِشارہ کیا ہے) علاوہ اَزیں نہ میں تقریر کا ماہر اُور نہ عادی ہوں نہ تحریر کا، نہ مجھ میں ذکاوت ہے نہ حافظہ (منکسر المزاجی ملاحظہ ہو) آئندہ آپ کا جو حکم ہو اُس کی اِمتثال کے لیے حاضر ہوں۔ حضرت (شیخ الہند ؒ) نے ہر

---

[1] حضرت مولانا آزاد ؒ نے آپ سے ایک مدرس طلب کیا تھا۔

ایک کی تحریر پر غور کیا اَور تھوڑی دیر سکوت کر کے فرمایا کہ اپنے ہی کی طرف جھکنا پڑتا ہے (قابلِ غور فقرہ ہے) تم چلے جاؤ، میری طرف خطاب کر کے فرمایا۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا میں حاضر ہوں۔'' (نقش حیات ص ۲۶۳ ج ۲)

اِس کے بعد آپ کلکتہ ایسا پہنچے کہ پھر اپنے شفیق اُستاذ کا دیدار بھی نہ کر سکے اِس لیے کہ چند دنوں کے بعد ہی حضرت شیخ الہند کا وصال ہو گیا تھا۔

محبتِ مشائخ :

اِن واقعات سے بالکل واضح ہے کہ آپ کو اپنے مشائخ سے کس قدر محبت تھی تاہم چند واقعات اَور پیش کرتا ہوں تقسیم ہند سے پیشتر رمضان المبارک میں آپ سلہٹ قیام فرماتے تھے۔ جب وہاں سے رُخصت ہوتے تو سینکڑوں فدا کار جدائی کے صدمہ کی وجہ سے چیخ مار مار کر رویا کرتے تھے کسی نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضور آپ کو ہماری جدائی کا صدمہ بھی ہوتا ہے کہ نہیں۔ اِرشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الہند اَور حضرت گنگوہی کے وصال کے صدمہ کے سامنے دُوسرے صدموں کی کوئی حقیقت نہیں اُسی وقت تمام صدموں کے حصہ کا رونا رو چکا ہوں۔[۱]

اُستاذی مولانا سید فخر الحسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے اِرشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ گنگوہ شریف کے جلسہ میں جانے کا اِتفاق ہوا۔ جب رات کے دو بجے تو میں اِس فکر میں تھا کہ دیکھوں حضرت آج رات کو کیا کرتے ہیں چنانچہ آپ اُٹھے اَور حضرت گنگوہی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ میں دبے قدموں پیچھے ہو لیا مگر ذرا فاصلہ سے کہ معلوم نہ ہو، آپ جب مزار پر پہنچے تو اِتنے اَشکبار ہوئے کہ دُور سے آپ کے رونے کی آواز سُنی جاتی تھی۔ حضرت نے اپنے مشائخ سے تعلق اَور محبت کو اِس شعر سے ظاہر فرمایا ہے۔

قبر سے اُٹھ کے پکاروں جو رشید و محمود
بوسہ دیں لب کو مرے مالک و رضواں دونوں

بہر حال آپ کو اپنے مشائخ سے بے اِنتہا تعلق اَور عشق تھا اَور فنا فی الشیخ کے اعلیٰ مقام کو آپ نے طے کیا تھا۔ چنانچہ نقش حیات ص ۹۲ ج ۱ میں رقمطراز ہیں :

---

[۱] روایت حاجی حبیب الرحمٰن صاحب سیوہاروی

''ایک روز مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں با نتظارِ جماعت بوقتِ ظہر یا عصر بیٹھا ہوا تھا۔ یکبارگی ایسا معلوم ہوا کہ میرا تمام جسم حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کا جسم ہو گیا ہے یہ حالت اِس قدر ہو گئی کہ میں اپنے جسم کو اپنا نہیں پاتا تھا اَور تعجب سے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹتا تھا کہ دیکھوں یہ میرا جسم ہے کہ نہیں اگر نہ ہوگا تو تکلیف محسوس نہ ہوگی۔ یہ حالت تھوڑی دیر گھنٹہ دو گھنٹہ رہی پھر زائل ہو گئی۔ میں نے اِس حالت کو بھی لکھا حضرتؒ نے جواب میں فرمایا کہ یہ حالت فنافی الشیخ ہونے کی ہے۔'' (نقش حیات ص ۹۲ ج ۱)

مشائخ سے اِس بے پناہ تعلق اَور محبت کے باعث آج آپ اپنے مربی و شفیق اُستاذ و شیخ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا ہے کہ جس جگہ حضرت شیخ الاسلامؒ کا مزارِ مقدس بنا ہوا ہے اُس جگہ اِتنی جگہ نہیں تھی کہ کوئی قبر بنائی جا سکے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا شفیق اَور مربی اُستاذ نے اپنے لاڈلے اَور چہیتے جانشین کے لیے کروٹ لے لی ہو اَور پہلو میں لٹانے کے لیے جگہ چھوڑ دی ہو جس طرح حیات میں آپ اپنے شفیق اُستاذ سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے تھے قدرت نے ایسا انتظام کیا کہ وصال کے بعد بھی شفیق اُستاذ کا پہلو عنایت فرمایا یہ سب اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ کا نتیجہ ہے۔

یہ کیفیت اُسے ملتی ہے کہ جس کے ہے مقدر میں
مئے اُلفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

محبت مسبّب ، محبت سبب — محبت سے ہوتے ہیں کارِ عجب
محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا
محبت ہی ہے مژدۂ کامرانی — محبت ہی ہے حاصلِ زندگانی
محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا

(یہ اَشعار بندے سے فی البدیہ ہو گئے غلطی ہو تو معاف کرنا۔ (عزیز الرحمٰن غفرلہ)

(جاری ہے)

قسط : ۲۲

تربیتِ اَولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اَولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل و نقل اَور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اَور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی و جسمانی تعلیم و تربیت کے اِسلامی طریقے اَور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اَور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اَولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے اِنشاء اللہ مفید ہوگا۔ اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے اِستفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

بچوں کی اِصلاح و تربیت کا دستور العمل :

(۱) بچوں کو شروع ہی سے اِس کا پابند کیجئے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کریں۔

(۲) اِسی طرح بچوں میں بچپن سے یہ بات پیدا کیجئے کہ اِن کو مسلمان سے اَجنبیت نہ ہو اِن کو غریبوں سے ملنے جلنے کی تعلیم دیجئے غریبوں کے ساتھ تعلق رکھنے میں دُنیوی فائدہ بھی ہے، اُن سے ملو گے تو وہ قدر کریں گے اَور اَمیروں کے ساتھ تعلق رکھنے میں کچھ عزت نہیں ہوتی کیونکہ اُمراء (مالدار) تو خود ہی اَینٹھ مروڑ میں رہتے ہیں، اُن کی نظر میں کسی کی وُقعت نہیں ہوتی۔ پس یہ مادّہ بچپن ہی سے پیدا کرو کہ غریبوں سے نفرت نہ ہو۔ یہ باتیں بچپن ہی سے پیدا ہوں گی بڑے ہونے کے بعد پھر ذرا دُشوار ہے۔

(۳) اِسی طرح بچوں کو اِس کی بھی تاکید کیجئے کہ لباس خلافِ شرع نہ پہنیں دُوسری قوموں کی وضع (فیشن) نہ اِختیار کریں۔

(۴) ایک کام یہ کرو کہ روزانہ کوئی وقت نکالو جس میں کسی کام کا کوئی حرج نہ ہو تو سب سے زیادہ بیکار وقت سونے کا ہے یہی لے لو۔ بس اِسی میں تھوڑے وقت میں کوئی کتاب دین کی بچہ کو دے دیجئے کہ وہ خود پڑھے یا آپ کو پڑھ کر سنائے ، کوئی دِن اِس سے خالی نہ ہو۔

(۵) دُوسرے یہ کہ کبھی کبھی دو چار دن کے لیے جب سکول کی چھٹی کا زمانہ ہو اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں خواہ کسی بزرگ کے پاس رہ کر یا جماعت میں نکل کر بلکہ اگر چھٹی کا پورا زمانہ اِس میں خرچ نہ کریں تو یوں کریں کہ مثلاً سکول میں مہینہ بھر کی چھٹی ہوتی ہے۔ اُس کے دو حصے کر لیں ایک حصہ کھیل کود میں گزاریں اَور ایک حصہ اہل اللہ کی صحبت میں۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزانہ کا عمل تو یہ ہے کہ کتاب خود پڑھا کریں یا آپ سنایا کریں۔ اور کبھی کبھی کا عمل یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اِختیار کریں۔ شروع ہی سے اِس طریقہ کا اِلتزام کیجئے۔

بس اِس طریقہ کے اَندر دو چیزیں ہوئیں: ایک یہ کہ اہل اللہ کی صحبت اِختیار کریں دُوسرے مسائلِ دین اَور اَحکامِ دین کی تعلیم جاری رکھیں۔ بس اِس کا اِلتزام کیجئے اَور شروع ہی سے کیجئے ، شروع ہی سے کریں گے تو وہ آسانی سے پابند ہو جائیں گے۔

اِن سب کے ساتھ اِس کے عمل کی بھی نگرانی رکھیں مثلاً اَگر غیبت کریں تو رَوک دیجئے اَور کہیے کہ یہ بُری چیز ہے اِس سے اِن کو نفرت دِلائیے ، اِن سے تکبر کی شان ظاہر ہو تو روک دیجئے اَور بتلائیے کہ اِس میں یہ خرابی ہے ، جھوٹ بولے تو اُس کو خرابی بتلائیے ، جماعت کی نماز چھوڑ دے تو تنبیہ کیجئے۔ اگر سکول میں جماعت کی پابندی نہ ہو تو تعطیل (چھٹی) کے زمانہ میں تو ضرور ہو پھر جب بڑے ہو جائیں تو عمر کا ایک حصہ سال دو سال ایسا مل جائے کہ اِس میں اہل اللہ کی صحبت مسلسل نصیب ہو جائے تو یہ بہت ہی نافع ہے سال بھر نہ ہو تو چھ ماہ سہی یہ بھی نہ ہو تو چالیس دن ہی سہی۔ حدیث شریف میں اِس عدد کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

بچوں کو حرص و لالچ سے بچانے کی تدبیر :

(۱) کسی کے پاس کوئی چیز دیکھے تو حرص نہ کرے۔ اَور اِس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے موافق اُس کو پسندیدہ چیز خود منگا کر اُس کو کھلاتا پلاتا رہے اَور جب وہ ضد کرے ہرگز اُس کی ضد پوری نہ کرے تاکہ ضد کرنے کی عادت چھوٹ جائے (بلکہ پیدا نہ ہونے پائے)۔ (باقی صفحہ ۲۹)

اُمت ِمسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۲۱

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ بلند شہری ﴾

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ والد کا نام حیی بن اَخطب اَور والدہ کا نام برہ بنت ہموں تھا۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے یکے بعد دیگرے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں، پہلا شوہر سلام بن مشکم تھا اَور دُوسرا کنانۃ بن اَبی الحقیق۔ (الاصابہ و الاستیعاب)

حرمِ نبوت میں آنا :

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کئی خواب ایسے دیکھے تھے جن کی تعبیر یہ ظاہر ہوتی تھی کہ سید عالم ﷺ سے اِن کا نکاح ہوگا۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میری گود میں چاند آکر گرا۔ اِس خواب کا اپنی والدہ سے تذکرہ کیا تو اُس نے اِنکے چہرے پر ایک طمانچہ مار کر کہا کہ تو یہ چاہتی ہے کہ شاہِ عرب (محمد رسول اللہ ﷺ) کے نکاح میں چلی جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ اِن کی والدہ کا طمانچہ چہرہ پر اُپڑ آیا تھا جس کا اَثر آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آنے تک باقی رہا۔ آپ نے اِسے دیکھ کر سبب دریافت کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پورا واقعہ سنایا۔

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب میرے سینہ پر آکر گرا۔ اِس خواب کا اپنے شوہر سے ذکر کیا تو اُس نے بھی یہی کہا کہ تو اُسی شاہِ عرب کو چاہتی ہے جو ہمارے ہاں آکر مقیم ہوا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب آنحضرت ﷺ جہاد کے لیے اِن کے علاقہ (خیبر) میں پہنچ چکے تھے۔ (الاصابہ)

۷ھ میں آنحضرت ﷺ غزوۂ خیبر کے لیے روانہ ہوئے وہاں یہودی رہتے تھے۔ اُن کی رہائش اِس طرح کی تھی کہ بہت سے قلعے بنا رکھے تھے، ہر ایک قلعہ کی آبادی علیحدہ علیحدہ تھی۔ ۴ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے یہود بنی نضیر کو مدینہ سے جلا وطن کیا تو اُن میں سے اکثر لوگ شام جا کر اَور کچھ خیبر پہنچ کر رہنے لگے

تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ حیی بن اخطب (جو بنی نضیر کا سردار تھا) خیبر میں ہی مقیم ہوا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ خیبر والوں سے جہاد کرنے کے لیے خیبر کی آبادی میں پہنچے تو اُس وقت وہ لوگ اپنے کام کاج کے لیے قلعوں سے باہر نکلے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ اَور آپ کے لشکر کو دیکھ کر سہم گئے اَور کہنے لگے کہ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ (محمد ﷺ اَور اُن کا لشکر آپہنچا)۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اِن کے قلعوں کا محاصرہ کر کے یکے بعد دیگرے سب کو فتح کیا۔ آخری قلعہ جو فتح ہوا وہ وطیح کا قلعہ تھا۔ دس روز سے کچھ زیادہ اِس کا محاصرہ رہا۔ مرحب نامی شخص (جو اِس قلعہ کا بڑا تھا) قتل ہوا اَور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر جنگ خیبر میں مارا گیا۔ (البدایہ و الاصابہ)

جب جنگ کے ختم پر قیدی جمع کیے گئے تو اُن میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ حضرت دِحیہ رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اَور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اِن قیدیوں میں سے مجھے ایک باندی عنایت فرما دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اِن میں سے ایک باندی لے لو۔ اُنہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب کر لیا۔ اِسی اَثنا میں ایک دُوسرے صحابی حاضر خدمت ہوئے اَور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ آپ نے یہ عورت دِحیہ کو دے دی، وہ بنی قریظہ اَور بنی نضیر کی سردار ہے[۱] اِس لیے وہ صرف آپ ہی کے لیے مناسب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا دِحیہ کو بلاؤ۔ وہ اُس کو لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ حسبِ فرمان والا شان حاضرِ خدمت ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اُن سے فرمایا تم اِس کے علاوہ قیدیوں میں سے دُوسری باندی لے لو چنانچہ وہ اِس پر راضی ہو گئے اَور آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[۲] کو اپنے لیے منتخب کر لیا اَور اِن کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ (جمع الفوائد)

کہا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام زینب تھا چونکہ آنحضرت ﷺ نے اِن کو اپنے لیے منتخب فرما لیا تھا اِس لیے اِن کو ''صفیہ'' کہا جانے لگا، صفیہ کے معنی ہیں اِنتخاب کردہ۔

---

[۱] حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا اَور اِن کی والدہ قبیلہ بنو قریضہ کے سردار کی بیٹی تھی۔ اِس لیے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بنو نضیر اَور بنو قریظہ کی سردار کہا گیا ہے۔ [۲] اِستیعاب میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت دِحیہ رضی اللہ عنہ سے سات باندی غلام دے کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لیا۔

آنحضرت ﷺ کا یہ نکاح سفر میں ہوا اَور سفر ہی میں مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے نکاح کے بعد والے مرحلے گزر گئے اَور سفر ہی میں ولیمہ کیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب خیبر سے واپس ہونے لگے تو راستہ میں مقام صہبا پر قیام کیا وہیں حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اَور اُم سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر میں کنگھی کی اَور عطر لگایا اور آنحضرت ﷺ کے پاس (خیمہ میں) بھیج دیا۔ آپ اِس رات سوئے نہیں اَور صبح تک اِن سے باتیں کرتے رہے۔ اُس وقت اِن کی عمر پورے سترہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔(الاصابہ و بعضہ فی البخاری)

ولیمہ :

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے تین روز خیبر اَور مکہ کے درمیان قیام فرمایا۔ تینوں دِن حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے پاس شب باشی کی اَور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی تو نہیں تھی (بلکہ متفرق قسم کی دُوسری چیزیں تھیں) آنحضرت ﷺ نے چمڑے کا دسترخوان بچھانے کا حکم فرمایا جن پر کھجوریں پنیر اَور گھی لا کر رکھ دیا گیا۔ مجھے حکم فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ۔ میں بُلا لایا اَور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی۔ پورے لشکر میں سے جن کو نکاح کا علم نہ ہوا تھا وہ لوگ اِس تردد میں رہے کہ صفیہ سے آنحضرت ﷺ نے نکاح کر لیا ہے یا باندی بنالی ہیں۔ پھر خود ہی اِس کا فیصلہ کیا کہ اگر آپ نے اِن کو پردے میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کی بیوی اَور اُمہات المومنین میں سے ہیں ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپ نے اِن کو باندی بنالیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کوچ فرمایا تو اپنی سواری پر اِن کے لیے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اَور اِن کو سوار کر کے اِن کے اَور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا، اِس سے سب سمجھ گئے کہ یہ اُم المومنین ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو کتاب النکاح میں ذکر کی ہے۔

دُوسری روایت میں ہے جو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں درج کی ہے کہ دسترخوان بچھانے کا حکم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا۔ اِس واقعہ کو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔ اُس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ولیمہ کھلانے کا اِرادہ فرمایا تو اعلان فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ کھانے کی چیز ہو لے آئے چنانچہ کوئی کھجور لایا کوئی گھی لایا کوئی ستو لایا اَور سب چیزیں مالیدہ کی طرح ایک جگہ ملا کر کھالی گئیں۔

مدینہ منورہ پہنچنا :

حضور اَقدس ﷺ بڑے کریم اَور شفیق تھے۔ اپنی بیویوں کو بڑی اچھی طرح رکھتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ساتھ خیبر سے مدینہ کو روانہ ہوئیں اَور راستہ میں کئی دن لگے۔ جب اُونٹ پر سوار ہونے کا موقع آتا تھا تو آپ ﷺ اُونٹ کو بٹھا کر خود اُونٹ کے پاس بیٹھ جاتے تھے اَور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے مبارک گھٹنے پر قدم رکھ کر اُونٹ پر سوار ہو جاتی تھیں [1] خود حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اچھے اَخلاق والا کوئی نہیں دیکھا۔ جب خیبر سے مجھے لے کر روانہ ہوئے تو اُونٹنی پر مجھے نیند آجاتی تھی اَور میرا سر کجاوہ میں لگنے لگتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے میرا سر تھامتے اَور فرماتے کہ اے حیی کی بیٹی دَھیان سے سوار رہ۔

مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام کرا دیا۔ مدینہ کی عورتوں میں اِن کے حسن کی شہرت ہوگئی تو دیکھنے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دیکھنے کو پہنچیں اِن سے آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کہو صفیہ کیسی ہے؟ بولیں ہاں میں یہودیہ کو دیکھ آئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کہو وہ یہودیہ نہیں ہے اِسلام لا چکی ہے وہ بہترین مسلمان ہے۔

سخاوت :

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے کانوں کے زیور (بالیاں وغیرہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اَور دُوسری عورتوں کو دے دیے، یہ زیور سونے کے تھے۔ (الاصابہ)

اَخلاق و عادات :

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عاقلہ فاضلہ اَور بردبار تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک باندی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی جبکہ وہ خلیفہ تھے کہ صفیہ ہفتہ کے دن کو (یہودیوں کی طرح) دُوسرے دنوں سے اچھا سمجھتی ہیں اَور یہود کے ساتھ روپیہ پیسہ سے اچھا سلوک کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس بارے میں آدمی بھیج کر دریافت کرایا تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا

کہ ہفتہ کے دن والی بات تو غلط ہے۔ جب سے اللہ نے (مجھے مسلمان بنا کر) جمعہ کا دن عنایت فرمایا میں نے ہفتہ کے دن کو محبوب نہیں سمجھا اَور یہود کو روپیہ پیسہ اِس لیے دیتی ہوں کہ اِن سے میرا رشتہ داری کا تعلق ہے گو وہ کافر ہیں مگر رشتہ دار ہیں اَور اِسلام میں کافر رشتہ دار سے سلوک کرنا بھی باعثِ ثواب ہے۔ اِس کے بعد اُس باندی سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ تجھے چغلی کھانے پر کس نے آمادہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ شیطان نے مجھے پھسلایا۔ فرمایا جا! تو آزاد ہے۔ (الاصابہ)

آنحضرت ﷺ سے بے اِنتہا محبت :

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت ﷺ سے بے اِنتہا محبت تھی جس بیماری میں آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اُس بیماری میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا نبی اللہ! خدا کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ جو تکلیف آپ کو ہے آپ کی بجائے مجھے ہو جاتی۔ اُس وقت وہاں دیگر اُمہات المؤمنین بیٹھی تھیں۔ اُنہوں نے اِس بات کو مصنوعی بتانے کے لیے کنکھیوں سے ایک دُوسری کی طرف اِشارہ کیا (اَور بعض نے زبان سے بھی ایسی بات کہہ دی جس سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات کو بناوٹی ظاہر کیا) حضور اَقدس ﷺ کو بھی یہ محسوس ہو گیا اَور آپ ﷺ نے اُمہات المؤمنین سے فرمایا کہ تم کلی کرو۔ دریافت کیا کیوں؟ فرمایا اِس لیے کہ تم نے (اِس کی غیبت کی) کنکھیوں سے اِس کی طرف اِشارہ کیا۔ اللہ کی قسم یہ اپنی بات میں سچی ہے۔ (الاصابہ)

آنحضرت ﷺ بھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشنودی کا خیال فرماتے تھے دیگر اُمہات المؤمنین جب اِن کو کچھ کہہ سن کر ستاتی تھیں تو آپ اُن کا پارٹ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اَقدس ﷺ اِن کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو بولیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ عائشہ اَور حفصہ مجھے برا کہتی ہیں اَور یہ کہتی ہیں ہم صفیہ سے بہتر ہیں کیونکہ ہم آنحضرت ﷺ کی رشتہ دار بھی ہیں۔ اِس وجہ سے کہ ہم قریش سے ہیں اَور آپ بھی قریشی ہیں اَور ہم آپ ﷺ کی اَزواج بھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اُن کو یہ جواب کیوں نہ دیا کہ میرے مورثِ اعلیٰ ہارون علیہ السلام اَور چچا موسیٰ علیہ السلام اَور شوہر محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں پھر تم مجھ سے (نسب میں) کیونکر بہتر ہو سکتی ہو۔ (الاستیعاب)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اَور حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اُونٹ کو تکلیف ہوگئی چونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سواری اِن کی اپنی ضرورت سے زیادہ تھی اِس لیے آنحضرت ﷺ نے اِن سے فرمایا کہ صفیہ کے اُونٹ کو تکلیف ہوگئی تم اِن کو ایک سواری دے دو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ کیا میں اِس یہودیہ کو دُوں گی؟ یہ جواب سن کر آنحضرت ﷺ بہت ناراض ہوئے اَور دوتین ماہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف نہ لے گئے حتی کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اِس سے نا اُمید ہوگئیں کہ آپ اِن کے پاس تشریف لائیں گے (الاصابہ وبعضہ فی المشکوٰۃ)۔ (لیکن جب جدائی کی سزا دے دی تو دوتین ماہ بعد تشریف لے گئے)۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قد پستہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قد چھوٹا بیان کرتے ہوئے میں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ صفیہ اِتنی سی ہے۔ یہ سن کر سید عالم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اُسے بھی خراب کر ڈالے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت :

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس فتنہ میں شہید کیے گئے اُس فتنہ کے دَوران جبکہ فسادیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اَسبابِ زندگی (غلہ و پانی) بند کر رکھے تھے تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اِن کے پاس کھانا پینا بھجوانے کا خاص اہتمام فرمایا۔ ایک مرتبہ اپنے غلام کنانہ کو ساتھ لے کر اَور خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں اَور اُن کی مصیبت دُور کرنے کی نیت سے چلیں۔ راستہ میں اشتر نامی ایک شخص مل گیا (وہ غالبًا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دُشمنوں میں سے تھا) اُس نے خچر کو مارنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غلام سے فرمایا مجھے واپس لے چل ذلیل نہ ہونے دے۔ اِس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانے پینے کا سامان بھیجتی رہیں۔ (الاصابہ)

زہد و عبادت :

اَلبدایہ میں لکھا ہے :

وَکَانَتْ مِنْ سَیِّدَاتِ النِّسَاءِ عِبَادَةً وَّ وَرِعًا وَّزَهَادَةً بِرًّا وَّصَدَقَةً .

وہ عبادت وزہد اَور تقوٰی اَور نیکی اَور صدقہ کرنے میں سرداری کا مقام رکھتی تھیں ۔

وفات :

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۵۰ ھ میں ماہِ رمضان المبارک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ اَمارت میں وفات پائی اَور جنت البقیع میں دفن ہوئیں ۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ۵۲ ھ میں سفرِ آخرت کیا (الاصابہ، الاستیعاب، الاکمال صاحب المشکٰوۃ)۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا

✿ ✿ ✿

بقیہ : تربیت اَولاد

(۲) اِسی طرح اِس کو یہ عادت ڈالے کہ کوئی چیز تنہا نہ کھائے بلکہ دُوسرے بچوں کو تقسیم کر کے کھائے اَور اِس کے لیے یہ رعایت رکھنا ضروری ہے کہ جو چیز اُس کو دے خواہ پیسہ یا اَور کوئی چیز اُسکو مالک نہ بنائے کیونکہ مالک ہو جانے کے بعد نا بالغ کو تبرع کرنا کسی کو ہدیہ دینا جائز نہیں بلکہ اِباحت کے طور سے دے (یعنی کھانے کی اِجازت دے اَور مالک نہ بنائے) تاکہ دُوسروں کو دینا اَور اُن سے دُوسروں کا لینا جائز رہے ۔ (جاری ہے)

✿ ✿ ✿

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دیکر آپ اَپنے کاروبار کی تشہیر
اَور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

اِسلام کی اِنسانیت نوازی

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری ، اِنڈیا ﴾

قتل ناحق کی ممانعت :

کسی اِنسان کو ناحق قتل کرنا اِسلام میں بہت بھاری گناہ ہے اِسلام کی نظر میں اِنسان کے خون کے ایک ایک قطرے کی قیمت ہے اَور وہ اپنے دائرۂ اَثر میں رہنے والے تمام اَفراد کی جانی حفاظت کا ضامن ہے بلا خاص سبب کے اِسلامی حکومت میں کسی بھی شخص کو خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم جان سے مارنا جائز نہیں ہے۔ اِرشادِ خداوندی ہے :

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ ط اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا. (بنی اسرائیل ۳۳)

''اور جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر۔ اَور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اُس کے وارِث کو اِختیار دیا ہے سواُس کو قتل کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہیے، وہ شخص طرف داری کے قابل ہے۔''

اِسلام میں کوئی بھی قتل حتی الامکان رائیگاں نہیں چھوڑا جا سکتا، یا تو قاتل سے جانی بدلہ لیا جائے گا یا دیت اَور فدیہ لے کر مقتول کے وارثین کی اَشک شوئی کی جائے گی تاکہ کسی شخص کو اِس طرح کی وحشیانہ حرکت کرنے کی آئندہ جسارت نہ ہو سکے۔ اِس کے برعکس آج دُنیا کا چپہ چپہ بے قصور اَفراد کے لہو سے رنگین ہے، مغربی اَقوام کے لچک دار قوانین مظلوموں اَور مقتولوں کی حمایت نہیں کرتے بلکہ اُن کے ڈھیلے ڈھالے اَور اَلبیلے قوانین سے مجرم کو صاف بچ نکلنے کا موقع فراہم ہو جاتا ہے۔

اسقاطِ حمل پر روک :

اِسلام کی اِنسانیت نوازی کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ اِسلام اِنسان کی پیدائش سے پہلے ہی اِس کے جانی تحفظ کا اِنتظام کرتا ہے چنانچہ شریعت اِسلامی میں یہ حکم ہے کہ اگر کسی حاملہ عورت کا حمل زبردستی ضائع

کرادیا جائے تو تاوان میں غلام، باندی دینی پڑے گی۔ (مشکوۃ ص ۳۰۳) اَور عام حالات میں بلا شدید عذر کے اسقاطِ حمل کی اِجازت نہیں ہے بالخصوص جب حمل پر چار مہینے گزر جائیں اَور اُس میں رُوح پڑ جائے تو اُس ''جنین'' کو جانی تحفظات میں وہی تمام حقوق حاصل ہوجاتے ہیں جو ایک زندہ انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔

اِس اِسلامی تعلیم کے برخلاف آج مغرب نواز معاشرے میں اسقاطِ حمل جرم تو کیا ہوتا بلکہ ایک فیشن بنتا جارہا ہے شہر شہر میں لائسنس یافتہ ایسے کلینک موجود ہیں جن میں برسرِ عام جائز اَور ناجائز بچوں کا اِسقاط کرکے اِنسانیت کا قتلِ عام کیا جارہا ہے، زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہونے کے بعد لڑکیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا اَور آج کے جدید دَور جاہلیت میں پیدا ہونے سے پہلے ہی اُن کو رحمِ مادر میں طبی آلات کے ذریعہ ٹکڑے ٹکڑے کردیا جاتا ہے، اِس اِنسانیت سوز عالمی ظلم پر ساری دُنیا کے نام نہاد اِنسانی حقوق کے علمبردار خاموش ہیں بلکہ اِضافۂ آبادی کے خطرہ کو بہانہ بناکر اِس طرح کے ظلم کی حوصلہ اَفزائی میں برابر کے شریک ہیں جبکہ اِس وحشت و بربریت کے خلاف مضبوط آواز اُٹھانے والا مذہب صرف اِسلام ہے جو اپنی علمی و عملی ہدایات کے ذریعہ اِس سنگین جرم سے دُنیا کو بچانے کی تلقین کرتا ہے۔

جرائم کی روک تھام :

اِسلام دُنیا میں اَمن و امان کا خواہاں ہے۔ اُس نے اجتماعی امن کے قیام کے لیے ایسا عمدہ اَور مؤثر نظام تجویز کیا ہے جس کے نفاذ سے حیرت اَنگیز طور پر معاشرہ اَمن و امان سے مالا مال ہوجاتا ہے اور علاقہ میں بسنے والا ہر شہری اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی طرف سے مطمئن ہوکر عافیت کی فضاء میں سانس لیتا ہے، چنانچہ اِس مقصد سے اِسلام نے دُنیا میں پائے جانے والے سات بڑے بڑے جرائم پر عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں وہ جرائم یہ ہیں: (۱) قتل (۲) چوری (۳) ڈکیتی (۴) زنا (۵) کسی پر زنا کی تہمت لگانا (۶) شراب پینا (۷) اِسلام قبول کرنے بعد مرتد ہوجانا۔

یہ جرائم ہی تمام دُنیا میں فتنہ و فساد کی جڑ اَور بنیاد ہیں لٰہذا اِن جرائم کی روک تھام کے لیے محض زبانی اَپیلیں یا آخرت کی وعیدیں سنادینا کافی نہیں بلکہ عملی طور پر ایسے اِقدامات ناگزیر ہیں جن کے ذریعہ معاشرہ کو مذکورہ چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھا جاسکے اَور مجرم ایسی عبرت ناک سزاؤں سے دَوچار ہوکہ اُسے دیکھ کر کسی اَور کو ایسے جرم کے اِرتکاب کی ہمت نہ ہوسکے، اِسلام کی مقرر کردہ عبرت ناک سزاؤں کا خلاصہ یہ ہے :

(۱) قتل کی سزا: قصاص یا دیت۔ (۲) چوری کی سزا: ہاتھ کاٹنا۔ (۳) ڈکیتی کی سزا: قتل، سولی یا ہاتھ پیر کاٹنا۔ (۴) زنا کی سزا: شادی شدہ ہو تو سنگسار کرنا ورنہ سو کوڑے مارنا۔ (۵) کسی پر زنا کی تہمت کی سزا: ۸۰ کوڑے۔ (۶) شراب کی سزا: ۸۰ کوڑے۔ (۷) اِرتداد کی سزا: قتل۔

اِسلامی حکومت میں اِن میں سے کسی جرم کے ثابت ہونے کے بعد کسی بھی شخص کو حتی کہ اَمیر المؤمنین کو بھی اِس سزا میں تخفیف کرنے کا اپنی طرف سے حق حاصل نہیں ہے۔ اِسلامی حکومت کا یہ شرعی فرض بنتا ہے کہ وہ جرائم کی روک تھام کے لیے مقرر کردہ شرعی حدود کو جاری کرے اگر کوئی بااِختیار مسلم حکومت اِس پر عمل نہیں کرتی تو وہ عنداللہ وعندالناس اپنی کوتاہی پر جواب دہ ہے۔ اِس لیے کہ سزاؤں کے احکامات محض فقہی مسئلے نہیں بلکہ قرآن وسنت کی متواتر قطعی نصوص سے ثابت شدہ ہیں۔ کسی بھی فرد یا حکومت کو اِن سے صرفِ نظر کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ البتہ مذکورہ جرائم کے علاوہ اِس سے کم تر درجہ کے جرائم کی سزا کا اِختیار حاکمِ وقت کو دیا گیا ہے کہ وہ حالات کو دیکھ کر اپنی منشاء کے مطابق کوئی بھی سزا تجویز کرسکتا ہے۔ اِسلامی حدود کا یہ نظام تجرباتی طور پر نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے کیونکہ اِس نظام کے ذریعہ جرائم کا معیار غیر معمولی طریقہ پر کم سے کم ہو جاتا ہے۔ آج بھی جن ممالک میں اِس کا رواج ہے وہاں جرائم کی شرح ساری دُنیا سے کم ریکارڈ کی جاتی ہے۔

مگر مغربی دُنیا کو یہ امن وامان کی فضاء قطعاً پسند نہیں، وہ ایک طرف اِنسانی حقوق کے تحفظ کا راگ اَلاپتی ہے اَور دُوسری طرف اِسلامی نظامِ حدود پر بے جا تنقید کر کے دُنیا کے چھٹے ہوئے مجرموں کی پیٹھ تھپتھپاتی ہے۔ آج اِسلام کی مقرر کردہ سزاؤں کی شدت پر تو خوب ٹسوے بہائے جاتے ہیں اَور مبالغہ آمیزی کے ساتھ اُن کی قساوت کو اُجاگر کر کے اِسلام کو مطعون کیا جاتا ہے مگر یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ ایک کو سزا دینے سے سینکڑوں ہزاروں بے قصوروں کو کتنی راحت ملتی ہے۔ اَور ایک مجرم کو کیفرِ کردار تک پہنچانے سے کتنے جرائم پیشہ اَفراد کی ہمتیں پست کرنے کا سبب بن جاتا ہے لیکن بات اصل میں یہ ہے کہ جس طرح آج مغربی معاشرہ بدترین قسم کے جرائم اَور اِنسانیت سے گرے ہوئے اعمال میں ملوث ہے اِسی طرح وہ چاہتا ہے کہ پوری دُنیا اُس کی ڈگر پر چل کر اِنسانیت کا لبادہ اُتار دے اَور بہیمیت کی صورت اِختیار کر لے۔ اور اُس کی پلاننگ میں سب سے بڑی رُکاوٹ چونکہ اِسلامی نظام ہے اِس لیے وہ اِنسانیت کی دُہائی دے کر اِسلام کی خوبیوں پر خاک اُڑانے کی کوشش برابر کرتا رہتا ہے۔ (جاری ہے)

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل و اَحکام

﴿ جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت :

اِس مبارک مہینے میں اِسلام کا ایک اہم رُکن ''حج'' اَدا ہوتا ہے اِس لیے اِس مہینے کو ذی الحجہ (یعنی حج والا مہینہ) کہتے ہیں اَور حج کے علاوہ اِس مبارک مہینے میں اِسلامی تہوار ''عیدالاضحیٰ'' کی شکل میں اَدا کیا جاتا ہے جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اِس کے علاوہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے جس میں عبادت کا خاص مقام ہے اَور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ تو بہت ہی فضیلت رکھتا ہے اَور عرفہ (یعنی ۹ رذی الحجہ) کے دِن کی فضیلت کا توٹھکانا ہی نہیں۔

ایک روایت میں ہے :

''تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اَور تمام مہینوں میں زیادہ معظم ومکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔'' (بزار، بیہقی فی شعب الایمان، الجامع الصغیر ج ۴ رقم ۴۷۴۹)

لٰہذا ذی الحجہ کے بابرکت مہینے کی قدر کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اَور نیکی وتقوی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اِن مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت اِسلام میں اَب بھی باقی ہے اَور روزہ بھی عبادت و طاعت میں داخل ہے، اِس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اَور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض اَحادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین وفقہاء کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت :

ویسے تو ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی اپنی ذات میں خیر و برکت والا مہینہ ہے لیکن اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خصوصیت کے ساتھ مزید فضیلت کا حامل ہے۔

ایک روایت میں ہے :

''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''کوئی دِن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اَور پسندیدہ ہو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اَور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے پھر اُن میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے اَور شہید ہوجائے یہ اِن دِنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی و مسند احمد، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۲۷)

ایک روایت میں ہے :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دِنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اَور محبوب تر کوئی عبادت نہیں لہٰذا اِن میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔'' اَور ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ذکر بھی ہے۔ (بیہقی، مسند امام احمد ص ۱۶۸ ج ۲۰)

مذکورہ بالا اَحادیث سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے مہینہ کے پہلے دس دِنوں کی بڑی فضیلت اَور اہمیت ہے۔ دراصل یہ عشرہ حج کا عشرہ ہے اَور اِن دِنوں کا خاص عمل حج ہے لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہوسکتا ہے پس جو لوگ وہاں نہیں جاسکتے اُن کو اپنی جگہ رہتے ہوئے اِن دِنوں میں خاص فضیلت عطا کردی گئی ہے لہٰذا اِن مبارک دِنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ جل شانہٗ کی عبادت اَور اِطاعت بہت لگن اَور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اَور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اَور ذکر و فکر، تسبیح و تلاوت، صدقہ، خیرات اَور نیک اعمال میں کچھ نہ کچھ اِضافہ کرنا اَور گناہوں سے بچنا چاہیے نیز روزوں کا بھی جہاں تک ہوسکے اہتمام کرنا چاہیے۔

۹ رذی الحجہ کے روزے کے فضائل و اَحکام :

اَحادیث میں ۹ رذی الحجہ کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک روایت میں ہے :

''حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (یعنی ۹ رذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا (۹ رذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اَور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے ۔'' (مسلم، مسند احمد، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۷ تا ۶۹)

تشریح : گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دُوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ، حدیث میں جن گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے اُن سے صغیرہ گناہ مراد ہیں مگر صغیرہ گناہوں کی معافی بھی کوئی معمولی نعمت نہیں اَور کبیرہ گناہوں کے بارے میں اُصولی و تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ وندامت کے معاف نہیں ہوتے (اَلبتہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمادیں تو اَلگ بات ہے) اَور حقوق العباد حق اَدا کیے بغیر یا صاحبِ حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے ۔ (معارف القرآن، سورہ نساء آیت ۳۱)

☆ عرفہ کے دِن کی فضیلت ہر شخص کو اُس ملک کی تاریخ کے اِعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے پس جو شخص کسی ایسے ملک میں ہے کہ وہاں کی تاریخ سعودی عرب سے ایک دِن پیچھے ہے تو اُس ملک والے کے لیے سعودی عرب کی تاریخ کا اعتبار نہ ہوگا کہ سعودیہ میں دس ذی الحجہ یعنی بقرعید کا دن ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عید الاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے کرے گا اِسی طرح عرفہ بھی عید الاضحیٰ سے ایک دِن پہلے شمار ہوگا ۔

☆ بعض لوگ عرفہ کے دن کسی ایک مقام پر اکٹھے اَور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اَور عرفات میں حاجیوں کے اجتماع کی مشابہت اِختیار کرتے ہیں، اِس کی شریعت میں کوئی اَصل نہیں بلکہ بے بنیاد اَور من گھڑت بات ہے لہٰذا اِس سے پرہیز کرنا چاہیے ۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

☆ حجاجِ کرام کے حق میں عرفات میں عرفہ کے دِن کا روزہ عام حالات میں مکروہ ہے تاکہ ضعف کی وجہ سے وقوفِ عرفات کے اَعمال میں کمی واقع نہ ہو اَور غروب ہوتے ہی مزدلفہ کی طرف چلنا آسان رہے اَلبتہ جس حاجی کو اپنے بارے میں یقین ہو کہ روزہ رکھنے سے وقوفِ عرفات اَور دُعائیں مانگنے اَور سورج غروب

ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ روانگی وغیرہ میں کوئی خلل نہ ہوگا اُس کے لیے مکروہ نہیں بلکہ یہ روزہ اُس کے حق میں بھی مستحب ہوگا۔ (معارف السنن ج ٦ ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ درسِ ترمذی ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

تکبیرِ تشریق (۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی عبادت وفضیلت والا مہینہ ہے اَور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خاص طور پر فضیلت رکھتا ہے اِس میں عبادت، ذکر (تکبیر، تہلیل اَور حمد یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ) کی کثرت کرنی چاہیے پھر اِس میں بھی ۹ رتاریخ سے لے کر ۱۳ رتاریخ تک پانچ دنوں میں تکبیرِ تشریق کی خاص تاکید اَور فضیلت ہے، اِن پانچ دِنوں میں حجاج کرام کو بھی ذکر کی خاص تاکید کی گئی ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) یعنی ''اَور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دِنوں میں''۔ اِن چند دِنوں سے مراد ایامِ تشریق ہیں جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے (معارف القرآن، اَنوار البیان) حضرت عمر بن خطاب اَور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اِن دِنوں میں تکبیرِ تشریق پڑھنا منقول ہے۔

یہ تکبیر '' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ '' نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تکبیرِ تشریق کی حکمت :

اِن دنوں میں تکبیرِ تشریق کہنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اَور عظمت دِلوں میں پختہ ہو، جس ذات کی دِل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے بلکہ اُس کے اِشاروں پر چلتا اَور اُس کی چاہت کو مدِّ نظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔ بار بار مسلمانوں کو اِس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دِلوں میں بٹھائیں، اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے مقابلے میں نفس وشیطان، رشتہ دار، دوست واَحباب کسی کی بات نہ مانیں، عظمت وکبریائی صرف اللہ کے لیے ہے، اُسی کی اطاعت کریں، اُس کی اطاعت میں آنے والی ہر رُکاوٹ کا مقابلہ کریں۔ یہ حقیقت پیشِ نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنا چاہیے، پھر اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت دِل میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے یا نہیں؟ اَور آخرت کی فکر دِل میں پیدا ہو رہی ہے یا دِن بدن دُنیا کی ہوس اَور محبت میں اِضافہ ہو رہا ہے؟

حج و قربانی : ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت :

ذی الحجہ کے مہینے کی اِس سے بڑی اَور کیا فضیلت ہوگی کہ دو اہم عبادتیں جو سال بھر کے دُوسرے دِنوں میں اَنجام نہیں دی جاسکتیں اُن کو اَنجام دینے کے لیے اللہ نے اِس مہینے کو منتخب فرمایا، یہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اِن اَوقات کے علاوہ دُوسرے اَوقات میں اَگر اِن عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوں گی۔

اِن میں سے ایک عبادت ''حج'' ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جو اِن دِنوں کے علاوہ دُوسرے دِنوں میں اَنجام نہیں دی جاسکتی۔ حج کے اَرکان مثلاً عرفات میں جا کر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رَمی کرنا وغیرہ یہ اَرکان و اَعمال ایسے ہیں کہ اَگر اِنہی دِنوں میں اَنجام دیا جائے تو عبادت ہیں اَور دِنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دُوسرے دِنوں میں کوئی شخص جا کر اِن کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِن ہی دِنوں کو مقرر فرما دیا ہے کہ اَگر بیت اللہ کا حج اِن دِنوں میں اَنجام دوگے تو عبادت ہوگی اور اُس پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں لیکن دُوسری عبادتیں مثلاً پانچ وقت کی نماز اِنسانی فرائض میں سے ہے مگر جب چاہے نفل نماز پڑھنے کی اِجازت ہے، رمضان میں روزہ فرض ہے مگر نفلی روزہ جب چاہے رکھیں، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے مگر نفلی صدقہ جب چاہے اَدا کریں۔

حج کے فضائل :

ذی الحجہ کے مہینہ کی پہلی خاص اَور اہم عبادت حج ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج سے متعلق بھی چند باتیں پیش کردی جائیں۔

''حج'' اِسلام کا اہم رُکن اَور فریضہ :

اِسلام کے پانچ اَرکان میں سے آخری اَور تکمیلی رُکن بیت اللہ کا حج ہے۔ ''حج'' اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے اَور تمام اَنبیائے کرام علیہم السلام اَور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا شِعار ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم اَور تمام اَنبیائے کرام علیہم السلام نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اَور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہوا جس نے حج نہ کیا ہو۔ (عمدة الفقہ بتغیر)

حج کے فرض ہونے کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ رہجری میں آتا ہے اَور اِس سے ایک سال بعد یعنی اَگلے سال ۱۰ رہجری میں آپ ﷺ نے وصال سے تین مہینے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو " حَجَّةُ الْوِدَاعِ " کے نام سے مشہور ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا'' اِسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اِس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (عبادت اَور بندگی کے لائق) نہیں اَور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اَور اُس کے رسول ہیں، دُوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ اَدا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری)

فائدہ : اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اَگر نماز، زکوٰۃ، روزہ سب کرتا ہو مگر حج فرض نہ کیا ہو تو اُس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔ (''حیاۃ المسلمین'' اَز حکیم الامت مولانا اَشرف علی تھانوی)

حج کس پر فرض ہے ؟

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

''اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اُن لوگوں پر جو اُس تک جانے کی اِستطاعت رکھتے ہوں اَور جو شخص (اللہ تعالیٰ) کا حکم نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اِس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

ایک روایت میں ہے :

''حضرت ابنِ عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اَور اُس نے پوچھا کہ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سفر کا سامان اَور سواری۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط بتائی گئی ہے کہ حج اُن لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظّمہ تک پہنچنے کی اِستطاعت رکھتے ہوں۔ ایک سوال کرنے والے صحابی نے اِس اِستطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے مختصراً اِس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا اِنتظام ہو جس پر مکہ معظّمہ تک سفر کیا جا سکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اَور اِس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لیے اِتنا

سرمایہ ہو جو اِس سفر کے زمانہ میں گزارے کے لیے کافی ہو۔

فقہائے کرامؒ نے آیات واَحادیث میں غور فرما کر اِستطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ اِس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اُوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کرسکتا ہے، آپ بھی اِس میں غور کرکے اپنے اُوپر حج فرض ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرلیجیے۔

حج کی اِستطاعت کا مطلب :

حج فرض ہونے میں جس قدرت اَور اِستطاعت کی ضرورت ہے اُس کا مطلب یہ ہے :

''جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور کے پاس اُس کی اَصلی اَور بنیادی ضروریات سے زائد اَور فاضل اِتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اَور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کرسکے اَور اپنی واپسی تک اُن اہل وعیال کے خرچ کا اِنتظام بھی کرسکے جن کا نان ونفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے اَور راستہ بھی مامون (امن والا) ہو تو ہر ایسے مسلمان پر حج فرض ہے۔ عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعًا جائز نہیں اِس لیے وہ حج پر اُس وقت قادر سمجھی جائی گی جب اُس کے ساتھ کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کررہا ہو یا عورت اُس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے۔'' (معارف القرآن جلد۲ ص۱۲۲)

قربانی کے فضائل :

اِس مہینے کی دُوسری خاص عبادت ''قربانی'' ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن (یعنی دس، گیارہ اَور بارہ تاریخ) مقرر فرمادیے ہیں۔ اِن دِنوں کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ اَگر کسی نے قربانی کا جانور متعین کیا ہوا تھا لیکن اُس کی قربانی نہیں کی اَور یہ تین دِن گزر گئے، تب بھی اُس جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اُس کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔

کئی اَحادیث میں قربانی کے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں اِس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:
رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اَور پسندیدہ نہیں اَور قیامت کے دِن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اَور کھروں کو لے کر

آئے گا (اَور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اَور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا تم خوش دِلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (الترغیب والترھیب)

رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ عید کے دِن قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اَور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۱۰۰)

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضراتِ صحابہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! اِن قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ طریقہ ہمارے باپ اِبراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اَور یہ اُن کا طریقہ چلا آرہا ہے (جس کی اِتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم کو اِن میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''ہر بال کے بدلہ ایک نیکی''! عرض کیا اُون والے جانور یعنی بھیڑ دُنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''اُون میں سے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔'' (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۹)

ایک روایت میں ہے کہ قربانی کے ذبح ہونے کے وقت زمین پر پہلا قطرہ گرنے سے قربانی کرنے والے کے گزشتہ (صغیرہ گناہ) معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بزار، ترغیب وترھیب ج ۲ ص ۱۰۰)

ایک اَور روایت میں ہے کہ قربانی کا خون بظاہر اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن درحقیقت وہ اللہ عزوجل کی حفاظت اَور نگہبانی میں داخل ہو جاتا ہے۔ (ترغیب وترھیب ج ۲ ص ۱۰۰ بحوالہ طبرانی)

ایک اَور روایت میں ہے کہ جو شخص خوش دِلی اَور اِخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی اُس کے لیے آگ (یعنی دوزخ) سے آڑ بن جاتی ہے۔ (الترغیب والترھیب)

اِن اَحادیث سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کے دِن قربانی کرنے سے جو فضیلت حاصل ہو سکتی ہے وہ اِس کے مقابلہ میں کسی دُوسرے عمل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اِسی لیے اَگر کوئی شخص مثلاً پانچ ہزار روپیہ قربانی کرنے پر خرچ کرتا ہے اور دُوسرا شخص قربانی کے بجائے پچاس ہزار روپیہ صدقہ کرتا ہے تب بھی قربانی کرنے والے کو زیادہ فضیلت حاصل ہوگی۔

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

قزوین شہر کی فضیلت :

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْاٰفَاقُ وَ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مَدِيْنَةٌ يُقَالُ لَهَا قَزْوِيْنُ مَنْ رَابَطَ فِيْهَا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً كَانَ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ عُمُوْدٌ مِّنْ ذَهَبٍ عَلَيْهِ زَبَرْجَدَةٌ خَضْرَاءُ عَلَيْهَا قُبَّةٌ مِّنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ مِصْرَاعٍ مِّنْ ذَهَبٍ عَلٰى كُلِّ مِصْرَاعٍ زَوْجَةٌ مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ.

(ابن ماجه ذكر الديلم و فضل قزوين ص ۲۰۴)

''حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب تمہارے ہاتھوں اَطرافِ عالم فتح ہوں گے اَور عنقریب تمہارے ہاتھوں ایک شہر بھی فتح ہوگا جسے قزوین کہا جاتا ہوگا جو شخص اُس شہر میں چالیس راتیں یا چالیس دن سرحد کی حفاظت میں لگے گا اُس کے لیے جنت میں سونے کا ستون ہوگا جس پر ایک سبز زبرجد ہوگا اَور اُس زبرجد پر سرخ یاقوت کا ایک قبہ ہوگا اُس قبہ کے ستر ہزار سونے کے کواڑ ہوں گے ہر دروازے پر اُس کے لیے بیوی ہوگی حورِ عین میں سے۔''

پڑوس چالیس گھروں تک ہے :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَوْصَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْجَارِ اِلٰى اَرْبَعِيْنَ دَارًا عَشْرَةٍ مِّنْ هٰهُنَا وَعَشْرَةٍ مِّنْ هٰهُنَا وَ عَشْرَةٍ مِّنْ هٰهُنَا وَعَشْرَةٍ مِّنْ هٰهُنَا .

(سنن كبرٰى بيهقى ج ۶ ص ۶۷۶)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے پڑوسی کے بارے میں وصیت کی چالیس گھروں تک، دس گھر اِدھر سے، دس گھر اُدھر سے، دس گھر اِس طرف سے، دس گھر اُس طرف سے۔''

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعِيْنَ دَارًا جَارٌ قَالَ فَقُلْتُ لِاِبْنِ شِهَابٍ وَكَيْفَ اَرْبَعِيْنَ دَارًا قَالَ اَرْبَعِيْنَ دَارًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ وَخَلْفِهٖ وَبَيْنَ يَدَيْهِ . (مراسیل اَبی داوٗد ص ۱۶)

''حضرت محمد بن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: چالیس گھر پڑوس ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے ابن شہابؒ سے پوچھا کہ چالیس گھر کیونکر پڑوس ہوں گے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ چالیس گھر دائیں سے بائیں سے آگے سے اَور پیچھے سے بنتے ہیں۔''

چالیس نیکیوں کی فضیلت :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدَّثَهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَرْبَعُوْنَ حَسَنَةً اَعْلَاهَا مِنْحَةُ الْعَنْزِ لَا يَعْمَلُ عَبْدٌ اَوْ قَالَ رَجُلٌ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقِ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ. (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۰)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اپنے شاگرد سے بیان کیا کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو سُنا آپ فرما رہے تھے کہ نیکیاں چالیس قسم کی ہوتی ہیں اُن میں سب سے اَعلیٰ نیکی کسی کو بطورِ ہدیہ کے بکری دینا ہے، جو بندہ بھی اِن نیکیوں میں سے کوئی نیکی کرے گا حصولِ ثواب کی اُمید اَور جس کا وعدہ کیا گیا ہے اُس کی دِل سے تصدیق کرتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اُس نیکی کے طفیل اُسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

✿ ✿ ✿

قسط : ۴، آخری

توبہ نامہ

﴿ جناب پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی مرحوم ﴾

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا دُوسرا خط جنابِ طالوت کے نام

محترم المقام، زید مجدکم، السلام علیکم، مزاج شریف

والا نامہ مجھ کو کلکتہ میں ۲۴ر ذی الحجہ کو ملا۔ میرے محترم! سر موصوف کا اِرشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اِس میں کوئی کلام نہیں ہے، اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلافِ دیانت ہے۔ اِس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ اِلفاظ پر پھر غور کیا جائے اور اِس کے ساتھ ساتھ تقریر کے سابق ولاحق پر بھی نظر ڈالی جائے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اَوطان سے بنتی ہیں۔ یہ اُس زمانے میں جاری ہونے والی نظریت اَور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ تم کو ایسا کرنا چاہیے (یعنی) خبر ہے اِنشا نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورے کو ذکر بھی نہیں کیا، نہ اَمر و اِنشا کا لفظ ذکر کیا ہے پھر اِس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے۔ واقعہ اصلی یہ تھا کہ میں تقریر میں اُن اُمور کو گنوا رہا تھا جو ہندوستانیوں کو بالعموم اَور مسلمانوں کو بالخصوص انگریزوں سے ہندوستان میں پہنچے ہیں۔ اُن میں پہلی چیز ذکر میں ذلت آئی تھی کہ اِس وقت ہم تمام دُنیا میں ذلیل شمار کیے جاتے ہیں کیونکہ ساری دُنیا کا خیال ہے کہ ہندوستانی (ہندوستان کے باشندے) ایک قوم ہیں اَور وہ سب کے سب غلام ہیں اَور غلام ذلیل وخوار ہوتا ہی ہے اِس لیے ہم بیرونی ممالک میں نہایت ذلیل دیکھے جاتے ہیں، وہاں کے لوگ مسلمان، ہندو، سکھ، پارسی، یہودی، وغیرہ کا مذہبی یا نسلی یا صفتی فرق نہیں دیکھتے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانیوں کے متعلق نٹاں، ٹرانسوال، زنجبار، کیپ کالونی، ماریشس، نیروبی، کینیا، فجی، آسٹریلیا، کینیڈا اَور امریکہ وغیرہ نہایت شرمناک اَور ذلیل

ترین قوانین اپنے یہاں بناتے ہیں اَور ہندوستانی باشندوں کو شہری حقوق سے محروم کرتے ہیں اَور ہم وہاں کے ہندوستانی باشندوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ کیا وہ یہ سلوک جاپان یا چین یا اٹالین یا انگلینڈ یا ڈچ وغیرہ آزاد قوموں کے ساتھ کر سکتے ہیں؟ اِسی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق جو فلسطین، مصر، سیریا، عراق، طرابلس یا اَلجیریا میں موجود ہیں آوازیں اُٹھاتے ہیں، مگر کوئی یورپین طاقت ہماری آواز کی طرف رُخ نہیں کرتی اَور نہ متاثر ہوتی ہے اِس کی وجہ یہی ذلت ہے۔ خود برطانیہ کے مقابل پر ہم اُس کے کھلے ہوئے مظالم پر جو ہندوستان اَور سرحد میں ہو رہے ہیں پروٹسٹ کرتے ہیں مگر وہ کان بھی نہیں دھرتی۔

دُوسری چیز میں نے ذکر کی تھی، بزدلی اَور جبن۔ تیسری چیز نفاق، چوتھی چیز فقر و فاقہ، پانچویں چیز جہالت، چھٹی چیز کسل اَور سستی، ساتویں چیز بدعقلی، آٹھویں بیکاری وغیرہ، مسلمانوں کے لیے خصوصی دارُالاسلام کا دارالحرب ہو جانا، عالمِ اِسلامی کا اِس غلامی کی وجہ سے برباد ہونا، مذہبی اُمور کا غارت ہونا وغیرہ، یہاں کوئی مشورہ بجز اِس کے ذکر نہیں کیا گیا تھا کہ اَشد ضروری ہے کہ جلد اَز جلد کوشش کر کے ہندوستان کو آزاد کرائیں اگر اِس مشورے کو خلافِ دین واَمانت شمار کیا جاتا ہے تو علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں اِس کو فرض سمجھتا ہوں فَذَالِكَ ذَنْبٌ لَسْتُ مِنْهُ اَتُوْبُ. (یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کر سکتا) دُنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے یہ مشورہ دُوں گا اَور میرا اعتقاد ہے کہ اِس میں تقصیر کرنا مسلمان کیلیے حرام ہے اپنی طاقت کے مطابق اِس میں حصہ لینا ضروری ہے۔

باقی رہا مِلتِ اِسلامی کا بلا اَنساب، بلا اوطان، بلا اَلوان، بلا صنائع وغیرہ متحد ہونا اَور کرنا تو یہ دُوسرا اَمر ہے اِس کو بھی ہم جانتے ہیں ہماری گھٹی میں پڑا ہے۔ اِس کی بنا پر ہم مالٹا میں قید رہے ہم نے کراچی کا جیل کاٹا اَور سینکڑوں مصائب اُٹھائے اَور بچپن سے اِس کی تعلیم پائی اَور قرآن کی آیات، اَحادیثِ صحیحہ اَور روایات آج نہ سطور میں بلکہ صدور میں موجود ہیں جن کو بارہا منابر پر مجامع میں ہم پڑھتے ہیں اَور اُس کا وعظ سناتے ہیں کوئی

تو صرف اِس کا قوال ہی ہوگا، ہم قوال اَور فعال دونوں ہیں۔ قوم کی بے حسی اَور کمزوری کی وجہ سے اِس حالت میں پڑے ہوئے ہیں پھر کس قدر تعجب خیز اَمر ہے کہ قوم اَور ملت اَور دین کو ایک قرار دیا گیا۔ میں فرق کو پہلے خط میں نقل کر چکا ہوں اگر خلافِ لُغت سر صاحب موصوف کا نظریہ دونوں کے اِتحاد کا ہے تو اُن کو اپنے نظریے کے مخالف کو ایسے ناشائشۃ اِلفاظ کہنے کا کیا حق تھا۔ بہر حال

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جوابِ تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

میرے محترم! ہم تو ایسے سب وشتم کے عادی ہو چکے ہیں اِس لیے سن کر کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

رنج کا خوگر ہوا اِنسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اِتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

مسلم لیگ کی شرمناک کارروائیاں مشاہدہ کرنے کے بعد جب سے علیحدہ ہوا ہوں، ہر قسم کے سب وشتم کا بہ نسبت سابق زیادہ نشانہ بنا ہوا ہوں، وہ کون سے اِلفاظ اَور معاملات ہیں جو نہیں کیے گئے۔ سر موصوف صاحب تو پھر بھی غیر ہیں یہاں اپنے ہی کیا کمی کر رہے ہیں۔

والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۲۵؍ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

☆

جنابِ طالوت کا خط علامہ اقبال کے نام

متاعِ محترم اِسلامیاں السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اگرچہ میرا یہ درجہ نہیں کہ آپ سے شرفِ مخاطبت حاصل کرسکوں مگر ''اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ'' کی بناء پر باوجود اِس علم کے کہ آپ کی طبیعت کچھ ناساز رہتی ہے، تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں۔

مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے متعلق آپ کی نظم ''عجم ہنوز نداند الخ'' روزنامہ احسان میں چھپی اَور اُس سے پہلے احسان، زمیندار اَور انقلاب میں اِن کے خلاف متواتر پروپیگنڈا بھی کیا جاتا رہا۔ میں نے مولانا کو ایک نیاز نامہ میں اُس نظم اَور پروپیگنڈے کی طرف توجہ دلائی۔ اُس کے جواب میں اُنہوں نے اَزراہِ شفقت ایک مفصل تحریر بھی بھیجی ہے جس کے اہم اِقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں :

(نوٹ : طالوت صاحب نے مذکورہ بالا خطوں کے جو اہم اِقتباسات درج کیے ہیں اُنہیں بخوفِ طوالت وتکرار حذف کررہا ہوں)

یہ مولانا کی تقریر کے وہ اِقتباسات ہیں جو میرے نزدیک ضروری تھے کہ آپ کی نظر سے گزر جائیں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا کی پوزیشن صاف ہے۔ آپ کی نظم کی اساس غلط پروپیگنڈے پر ہے اِس لیے آپ کے نزدیک بھی اگر مولانا بے قصور ہوں تو مہربانی فرما کر اپنی عالی ظرفی کی بناء پر اَخبارات میں اُن کی پوزیشن صاف فرمائیے بصورت دیگر مجھے اپنے خیالات سے مطلع فرمائیے تاکہ مولانا سے مزید تسلی کرلی جائے۔ ہمارے جیسے نیاز مند جو دونوں حضرات کے عقیدت کیش ہیں، دوگونہ رنج وعذاب میں مبتلا ہیں۔ اُمید ہے کہ عدیم الفرصتی کے باوجود آپ ہمیں اِس وَرطہ حیرانی سے نکالنے میں آیۂ رحمت ثابت ہوں گے۔

طالوت

☆

علامہ اِقبال کا خط جنابِ طالوت کے نام

۱۶ر فروری ۱۹۳۸ء

جناب من مولانا حسین احمد صاحب کے معتقدین اَور احباب کے بہت سے خطوط میرے پاس آئے ہیں اُن میں سے بعض میں تو اصل معاملہ کو بالکل نظر اَنداز کر دیا گیا ہے مگر بعض نے ٹھنڈے دِل سے غور کیا ہے اَور مولوی صاحب کو بھی اِس ضمن میں خطوط لکھے

ہیں، چنانچہ آپ کے خط میں مولوی صاحب کے خط کے اِقتباسات درج ہیں۔ اِس لیے میں نے آپ ہی کے خط کو جواب کے لیے اِنتخاب کیا ہے۔ جواب اِنشا اللہ اَخبار ''احسان'' میں شائع ہوگا۔ میں فرداًفرداً علالت کی وجہ سے خط لکھنے سے قاصر ہوں۔

مخلص محمد اِقبال

☆

علامہ اقبال کا دُوسرا خط جناب ِطالوت کے نام

۱۸؍فروری ۱۹۳۸ء

جناب من سلام مسنون۔ میں حسبِ وعدہ آپ کے خط کا جواب ''احسان'' میں لکھوانے کو تھا کہ میرے ذہن میں ایک بات آئی جس کا گوش گزار کرنا ضروری ہے۔ اُمید ہے کہ آپ مولوی صاحب کو خط لکھ کر اِس بات کو صاف کردیں گے جو اِقتباسات آپ نے اُن کے خط سے درج کیے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ :

''آج کل قومیں اَوطان سے بنتی ہیں۔''

اگر اُن کا مقصود اِن الفاظ سے صرف ایک اَمرواقعہ کو بیان کرنا ہے تو اِس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہورہا ہے اَلبتہ اگر اُن کا یہ مقصد تھا کہ ہندی مسلمان بھی اِس نظریے کو قبول کرلیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے، کیونکہ کسی نظریے کو اِختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اِسلام کے مطابق ہے یا منافی؟ اِس خیال سے کہ بحث تلخ اَور طویل نہ ہونے پائے اِس بات کا صاف ہوجانا ضروری ہے کہ مولانا کا مقصود اِن الفاظ سے کیا تھا؟ مولوی صاحب کو میری طرف سے یقین دلائیے کہ میں اُن کے احترام میں کسی مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں.................

مخلص محمد اقبال

☆

علامہ اقبال مرحوم کا تردیدی بیان

جو روزنامہ احسان لاہور مورخہ ۲۸ / مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا

''میں نے مسلمانوں کو وطنی قومیت اِختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیا''

(حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا بیان)

''مجھے اِس اعتراف کے بعد اُن پر اعتراض کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہتا''

(علامہ اقبال کا مکتوب)

☆☆☆

قومیت و وَطنیت کے مسئلہ پر ایک عملی بحث کا خوشگوار خاتمہ :

جناب ایڈیٹر صاحب ''احسان'' لاہور السلام علیکم

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اَور جو آپ کے اَخبار میں شائع ہو چکا ہے اُس میں میں نے اِس اَمر کی تصریح کر دی تھی کہ اگر مولانا کا یہ اِرشاد ''زمانہ حال میں قومیں اَوطان سے بنتی ہیں'' محض بر سبیل تذکرہ ہے تو مجھے اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اَور اگر مولانا نے مسلمانانِ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریہ قومیت کو اِختیار کر لیں تو دینی پہلو سے مجھے اِس پر اعتراض ہے۔ مولوی صاحب کے اِس بیان میں جو اَخبار ''اَنصاری'' میں شائع ہوا ہے مندرجہ ذیل اِلفاظ ہیں :

لہٰذا ضرورت ہے کہ تمام باشندگانِ ملک کو منظّم کیا جائے اَور اُن کو ایک ہی رشتے میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے ، ہندوستان کے مختلف عناصر اَور متفرق ملل کے لیے کوئی رشتہ اِتحاد بجز قومیت اَور کوئی رشتہ نہیں جس کی اَساس محض یہی ہو سکتی ہے۔''

اِن الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانانِ ہند کو مشورہ دیا ہے۔ اِسی بناء پر میں نے وہ مضمون لکھا جو اَخبار احسان میں شائع ہوا ہے لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا جس کی ایک نقل اُنہوں نے مجھ کو بھی

اِرسال کی ہے۔ اُس خط میں مولانا اِرشاد فرماتے ہیں :

''میرے محترم سر صاحب کا اِرشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اُس میں کوئی کلام نہیں ہے اَور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلافِ دیانت ہے اِس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر اِلفاظ پر غور کیا جائے اَور اُس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈالی جائے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اَوطان سے بنتی ہیں۔ یہ اُس زمانے کی جاری ہونے والی نظریت اَور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہیے، یہ خبر ہے، انشا نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورے کو ذکر بھی نہیں کیا پھر اِس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے۔''

خط کے مندرجہ بالا اِقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اِس بات سے صاف اِنکار کرتے ہیں کہ اُنہوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریہ قومیت اِختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لہٰذا میں اِس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اِس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے اُن عقیدت مندوں کے جوشِ عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی اَمر کی توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اَور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدائے تعالیٰ اُن کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید فرمائے۔ نیز اُن کو یقین دِلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں، میں اُن کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔''

محمد اقبال

حرفِ آخر :

الحمدللہ کہ میں نے اُس زمانے کے عقیدت مندانِ اِقبال کی آگاہی کے لیے اِس صداقت کو دوبارہ واضح کر دیا کہ حقیقت حال سے آگاہ ہو جانے کے بعد علامہ اقبال نے اپنا اعتراض واپس لے لیا تھا اَور وہ اَشعار محض اِس لیے ''اَرمغانِ حجاز'' میں راہ پا گئے کہ اِس اعتراف کے صرف تین ہفتوں کے بعد علامہ وفات پا گئے اَور اُنہیں یہ ہدایت دینے کا موقع نہ مل سکا کہ اِن اشعار کو اَرمغانِ حجاز میں شامل نہ کیا جائے۔ اگر کوئی

صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ ''اَرمغانِ حجاز'' میں اِس نظم کے ساتھ یہ صراحت کردی جائے کہ حقیقتِ حال سے آگاہ ہونے کے بعد علامہ مرحوم نے اِن اَشعار کو کالعدم قرار دے دیا تھا تو بہت اچھا ہو کیونکہ اِس تصریح کی بدولت قارئین حضرت اَقدسؒ کے خلاف سوءِ ظن سے محفوظ ہو جائیں گے۔

اس سلسلے میں میں قارئین کی توجہ اُس خطبہ صدارت کے حسبِ ذیل فقرے کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جو بانئ پاکستان محمد علی جناح مرحوم نے ۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء کو مجلس دستور ساز کے سامنے دیا تھا یعنی

"YOU MAY BELONG TO ANY RELIGION OR CASTE OR CREED THAT HAS NOHING TO DO WITH BUSINESS OF THE STATE.YOU WILL FIND THAT IN COURSE OF TIME HINDUS WOULD CEASE TO BE HINDUS AND MUSLIMS WOULD CEASE TO BE MUSLIMS,NOT IN THE RELIGIOUS SENSE , BECAUSE THAT IS THE PERSONAL FAITH OF EACH INDIVIDUAL BUT IN THE POLITICAL SENSE AT CITIZENS OF THE STATE."

(QUAID-E-AZAM SPEAKS - PAK PUBLICITY KARACHI ,10-11)

ہم بشرطِ اِنصاف قارئین کرام سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تحریک مسلم لیگ کے قائدِاعظم اَور بانی پاکستان کے مندرجہ بالا اِلفاظ جو اُنہوں نے اِنتہائی ذمہ دارانہ حیثیت میں اِرشاد فرمائے تھے۔ مجاہد حریت حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ علیہ وقدس سرہٗ کے نظریات سے کسی درجے میں بھی مختلف ہیں؟ بَیِّنُوا تُوْجَرُوْا.

۞ ۞ ۞

قسط : ۲

سفرنامہ .... چھ دِن مراکش میں

﴿ جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب طیّب ، برمنگھم، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

مسجد کتبیہ :

ہماری سب سے پہلی منزل مسجد کتبیہ تھی۔ یہ یہاں کی سب سے قدیم اَور تاریخی مسجد ہے جو غالبًا گیارہ سو سال پرانی ہے۔ مسجد کا بلند و بالا اَور اَکلوتا مینار اِس شہر کی شان اَور پہچان ہے۔ مراکش میں تمام مسجدوں پر اِسی طرح کا مینارہ بنایا جاتا ہے اِس مینار کے ماڈل پورے ملک میں فروخت ہوتے ہیں اِس مینار کو خاص اہمیت حاصل ہے مینار پر رات کو لائٹ کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ رات میں اِس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ مسجد کتبیہ میں بیس ہزار سے زائد نمازیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ مسجد کی چھت میں استعمال کی گئی لکڑی ہزار سال گزرنے کے باوجود ایسے معلوم ہوتی ہے کہ آج ہی ڈالی گئی ہے۔ وضو کے لیے مسجد کے صحن میں ایک پرانی طرز کا گول شکل میں حوض بھی موجود ہے جبکہ بیت الخلاء مسجد کی حدود سے باہر ہیں۔

اِمام اَور مساجد :

مراکش کی اکثر مساجد اَوقاف کے زیرِ اہتمام ہیں۔ کچھ پرائیویٹ مساجد بھی ہیں۔ اِمام اَور خطباء اَوقاف کے ملازم ہیں جن کی تنخواہ بہت قلیل ہے زیادہ تر مساجد کی حالت اچھی نہیں قدیم اَور بڑی مساجد میں روشنی کا مناسب اِنتظام نہ ہونے کی وجہ سے مساجد تاریکی میں ڈوبی ہوتی ہیں۔ مسجدوں کے اَندر جو قالین بچھائے گئے ہیں اُن کو دیکھ کر میں نے یوں تبصرہ کیا کہ مساجد میں قالین بچھائے نہیں بلکہ پھینکے گئے ہیں جو جس حالت میں پھینکا گیا ہے وہ اُسی حالت میں پڑا ہے اُس کو کسی نے سیدھا کرنے کی کوشش نہیں کی جس پر ہمارے ساتھی جناب ڈاکٹر غوری صاحب اَور مولوی آفتاب احمد صاحب خوب محظوظ ہوئے اَور کہا کہ آپ کا تبصرہ بڑا صحیح اَور برموقع ہے۔ مساجد میں ایک عجیب قسم کی اَفسردگی چھائی ہوتی ہے جیسے اُن سے کوئی چیز چھین لی گئی ہو۔ نمازیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تسلی بخش نہیں، پڑھنے والوں سے نہ پڑھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ بچے نمازیوں میں شامل نہیں دیکھے اَور نہ ہی نمازیوں کو اپنے ساتھ بچوں کو مساجد لاتے دیکھا ہے۔ ایک لڑکا گلیوں

میں ہمارے ساتھ پھرتا رہا جب ہم نماز کے لیے ایک مسجد میں جانے لگے تو میں نے اُس سے کہا کہ آؤ نماز پڑھو تو اُس نے کہا اَنَا صَغِیْرٌ ''میں چھوٹا ہوں'' حالانکہ وہ قریب البلوغ تھا۔

وضو کا نظام بہت ہی ناقص ہے۔ مسجد کی حدود سے باہر وضوخانے اَور بیت الخلاء بنائے گئے ہیں عمومًا مساجد میں جس طرح وضوخانے اَور ٹوٹیاں لگائی جاتی ہیں وہاں اِس طرح بہت کم دیکھیں پانی حاصل کرنے کے لیے ایک ٹوٹی لگی ہوئی ہے اَور وہاں پلاسٹک کی چھوٹی چھوٹی بالٹیاں رکھ دی گئیں ہیں نمازی لائن میں کھڑے ہو کر اُس ٹونٹی سے اپنی بالٹی بھرتے ہیں اَور کسی بھی جگہ بیٹھ کر وضو کر لیتے ہیں وضو کرنے کے لیے کوئی خاص جگہ نہیں جو کہ ایک بہت مشکل اَور تکلیف دہ چیز ہے ایسا طریقہ تو ہمارے کسی دیہات میں بھی نہ ہوگا جو مراکش کے اِنٹرنیشنل شہروں میں دیکھنے کو ملا۔ ٹرین میں دورانِ سفر ایک جرنلسٹ سے ملاقات ہوئی جو ہمارے ہی ڈبے میں سفر کر رہے تھے اُن سے مساجد کی حالتِ زار خصوصًا وضوخانے سے متعلق بات ہوئی تو اُنہوں نے بھی اِنتہائی مایوسی کا اِظہار کیا اَور کہا کہ یہی وجہ ہے کہ میں نے آج تک پوری زندگی میں کبھی مسجد میں وضو نہیں کیا اُنہوں نے بتایا کہ میں ملائشیا کا سفر کر چکا ہوں وہاں کی مساجد بہت خوبصورت ہیں وہاں صفائی اَور نزافت کا خصوصی اہتمام ہے مساجد کے وضوخانے اَور بیت الخلاء کسی فائیو سٹار ہوٹل کے معیار سے کم نہیں۔

مراکش میں مساجد کے اَندر داخل ہوں تو ٹوکریوں کے اَندر کپڑے اَور پلاسٹک کے بیگ پڑے ہوتے ہیں نمازی اپنی جوتیاں اُن کے اَندر ڈال کر مسجد کی سامنی طرف لگی لکڑی کی شلف پر رکھ دیتے ہیں اَور نماز سے فارغ ہونے کے بعد واپس بیگ ٹوکری میں رکھ دیتے ہیں۔ مساجد میں مکمل خاموشی ہوتی ہے ہماری طرح باتیں کرنے کا رواج نہیں۔ تمام مسجدوں میں ہم نے صفوں کے درمیان بڑی تعداد میں چھوٹے چھوٹے پتھر پڑے دیکھے تو ہم نے ایک آدمی سے پوچھا کہ یہ پتھر کس لیے رکھے گئے ہیں تو اُس نے بتایا کہ یہ تیمّم کے لیے ہیں تاکہ مریض نمازی تیمّم کر کے نماز اَدا کر سکیں۔

مساجد میں نماز کے بعد بیٹھنے کا بھی رواج نہیں اَور نہ ہی مؤذن اُن کو زیادہ دیر وہاں بیٹھنے دیتا ہے صرف مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک مسجدیں کھلی رہتی ہیں۔ مسجد کے اِمام مؤذن اَور چند لوگ اجتماعی طور پر پارہ آدھا پارہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو کچھ لوگ بیٹھ کر تلاوت سنتے ہیں ایک مسجد میں ہم نے دیکھا کہ اُنہوں نے ویڈیو پر کسی سکالر کی تقریر لگادی۔

مساجد کے اکثر اِمام بوڑھے اَور ایک ہی شکل وصورت کے ہیں ڈاڑھی اَور خاص کر لمبی ڈاڑھی کا رواج نہیں ائمہ حضرات کی بھی بہت بہت چھوٹی ڈاڑھیاں ہیں۔ہم نے ایک نوجوان سے ڈاڑھی کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا لَیْسَ ضروری یہ کوئی ضروری نہیں اِس ڈاڑھی پر ایک عجیب واقعہ اَور حادثہ بھی ہوا ہمارے اَمیر جناب مولوی آفتاب صاحب کی ڈاڑھی بڑی بے ہنگم اَور بڑھی ہوئی تھی اُنہوں نے چاہا کہ اِس کو ذرا خراش تراش کر برابر کروایا جائے وہ ایک حجام کے پاس گئے اَور اُس سے اپنی مخصوص عربی میں کہا کہ بھائی میری یہ ڈاڑھی ذرا درست کردو۔مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک آدمی وہاں آئے جن کی ڈاڑھی بڑی تھی میں نے مزید تاکید کے لیے کہا کہ کَمِثْلِ ھٰذَا شَیْخٌ یعنی جس طرح اِس بزرگ کی ہے اِس طرح بنادو۔وہ کہتے ہیں کہ میں عینک اُتار کر اَور آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا وہ ڈاڑھی کو درست کرتا رہا جب آخر میں نے آنکھیں کھولیں اَور عینک لگا کر دیکھا تو وہ ڈاڑھی کا کام تمام کر چکا تھا میں نے اُس سے کہا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ اُس نے کہا کہ شَیْخٌ لَابَأْسَ کوئی فکر اَور پریشانی کی بات نہیں لِحْیَۃٌ مَوْجُوْدٌ ڈاڑھی موجود ہے۔دراصل وہاں ڈاڑھیاں ناپنے کا اِس طرح رواج نہیں جس طرح ہمارے یہاں ہے۔

ایک مسجد میں ہم نے نماز پڑھی وہاں جو اِمام تھے اُن کے منہ پر بس ایک ڈاڑھی نما لکیر تھی اَور وہ کافی عمر رسیدہ بھی تھے ایک لطیفہ بھی ہوا جب وہ نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے تو میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ حضرت یہاں کوئی عورت اِمام ہے دُور سے وہ بالکل بوڑھی اَماں لگ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ چلیں دیکھتے ہیں ہم جب قریب گئے تو ہمارا اَندازہ غلط ہوا وہ مرد تھے۔اُن کا نام تھا الشیخ عبدالقیوم وہ مصر کے فارغ التحصیل تھے ہم نے جب اپنا تعارف کروایا تو وہ بہت خوش ہوئے اَور ہمیں دعوت دی کہ آپ میرے ساتھ گھر چلیں اَور چائے پئیں جب اُنہوں نے بے حد اِصرار کیا تو ہم اُن کے خلوص کو ٹھکرا نہ سکے اَور اُن کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے ہمارے ساتھ چلنے پر وہ بے حد خوش ہوئے اُن کا گھر مسجد سے کافی دُور تھا پورے راستے اُنہوں نے ڈاکٹر صاحب کا ہاتھ تھامے رکھا جس سے اُن کے اِخلاص پیار اَور خوشی کی جھلک نمایاں ہو رہی تھی۔اُنہوں نے ہمیں مراکش کا روایتی قہوہ جس میں تازہ پودینا ڈال کر بنایا جاتا ہے پیش کیا اَور گھر کی بنی ہوئی پنجیری، بسکٹ اَور جو کچھ گھر میں موجود تھا ہمارے سامنے لاکر رکھ دیا۔عربوں کے اَندر مہمان نوازی کی جو خصوصی صفت ہے اُس کا اظہار ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ہم نے اُن سے

چاند کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں اُور انہیں اپنا دُکھڑا بھی سنایا۔

مراکش میں اِمام مسجدوں کی اکثریت عمر رسیدہ اُور بوڑھے اماموں پر مشتمل ہے ائمہ مساجد کی تنخواہیں اِنگلینڈ کی طرح نہایت کم ہیں جن میں گزارہ کرنا مشکل ہے شاید یہی وجہ ہے کہ نوجوان اِمام اِس طرف نہیں آرہے وہی پرانے اِمام اِس ڈیوٹی کو نبھا رہے ہیں، چند دنوں میں ہمیں اِتنا تجربہ ہو گیا تھا جو بوڑھا اُور عمر رسیدہ آدمی ہم مسجد کی طرف جاتے دیکھتے تو ہم آپس میں اَز راہِ مذاق ایک دُوسرے سے کہتے کہ ''خدا اگر جھوٹ نہ بلوائے تو یہ جو بزرگ مسجد کی طرف رواں دواں ہیں یہ اِمام ہی ہوں گے اکثر ہمارا اَندازہ بالکل صحیح نکلتا۔

مراکش شہر میں کئی تاریخی مقامات ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ہم اُن کا مختصر تعارف یہاں پیش کر دیتے ہیں :

منابی پیلس : (MANEBY PALACE)

منابی پیلس سابقہ بادشاہوں اُور حکمرانوں کے طرزِ حکمرانی اُور رہن سہن کی عکاسی کرتا ہے۔ پرانے طرز کے ایک بہت بڑے دروازے سے اَندر داخل ہوں تو پہلے ایک بڑا اِستقبالیہ کمرہ ہے اُور اُس سے آگے محل کے اَندر ایک بہت بڑا صحن ہے جس کے چاروں طرف بہت عمدہ کمرے بنے ہوئے ہیں اُور اُس صحن کے اَندر ایک بہت بڑا لکڑی کا فانوس لٹک رہا ہے جس کے اَندر اُس وقت مٹی کے دِیے جلا کر رکھے جاتے ہوں گے اُور وہ سارے محل کو روشن کرتا ہوگا۔ پیلس کے اَندر کمرے در کمرے کھلتے چلے جاتے ہیں گرمیوں کے کمرے الگ اُور سردیوں کے کمرے الگ بنے ہوئے ہیں کمروں کی دیواروں کو چھوٹے چھوٹے اُور مختلف رنگوں کے شیشوں کو مختلف ڈیزائنوں میں کاٹ کر اُور تراش کر بڑی مہارت اُور ترتیب سے سجایا گیا ہے۔ اِس پیلس کی کشتی نما چھتیں بڑی خوبصورتی کے ساتھ بنائی اُور سجائی گئی ہیں جسے اِنسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اُور اُس کے بنانے والے کاریگروں کی تعریف کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اِس طرح کے محلات کا آج کے ترقی یافتہ دَور میں بھی بنانا تو درکنار سوچنا بھی مشکل ہوگا۔

قصر البھیہ :

اِس کو گورنر کا محل کہا جاتا ہے محل میں داخل ہونے کے لیے ایک لمبے راستے سے گزر کر اَندر جانا پڑتا

ہے اِس راستے کی مسافت پانچ سو میٹر کے قریب ہوگی۔ راستے کے دونوں جانب مالٹے کے درخت اپنے پورے جوبن اَور پھلوں سے لدے ہوئے تھے، آج کل چونکہ موسم مالٹوں کا تھا تو ہر طرف درختوں پر محسوس ہوتا تھا جیسے زرد رنگ کی چادر تان دی گئی ہو۔ اِس کو گورنر کا محل کہا جاتا ہے مگر یہ کسی بادشاہ کی رہائش گاہ سے کم نہیں۔

گارڈن ماجولیل : (GARDEN MAJORELLE)

یہ ایک سیر گاہ ہے جس کو بہت خوبصورتی کے ساتھ سجایا اَور بنایا گیا ہے چلنے کے لیے چھوٹے راستے بنائے گئے ہیں بے شمار قسم کے پودے، پانی کے فوارے، تالاب اَور رنگا رنگ کے پھول اُن کا دل موہ لینے کے لیے کافی ہیں۔ اِس سیر گاہ میں آدمی آکر سوچتا ہے کہ اگر وہ اِس جگہ کو نہ دیکھتا تو اُس کے سفر میں کسی چیز کی کمی رہ جاتی۔

بواری احمد المنصور :

شہر کے وسط میں یہ ایک بہت بڑا قلعہ نما محل ہے جس کو **بواری احمد المنصور** کہا جاتا ہے اِس محل کی بلند و بالا اَور مضبوط دیواریں ایک زمانہ گزر جانے کے بعد بوسیدہ ہوگئی ہیں اَور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں یوں لگتا ہے کہ وہ اپنی طبعی عمر پوری کر چکی ہیں۔ اِس محل کے کھنڈرات اَب بس سیاحوں کے لیے کھیل تماشہ اَور عبرت کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں۔ محل کے اَندر ایک بہت بڑا صحن ہے جس میں جگہ جگہ مالٹے کے درخت لگے ہوئے ہیں اُن سر سبز درختوں نے ہی اِس محل کے اَندر زندگی کی کچھ رَمق باقی چھوڑی ہے۔ اِس وسیع و عریض صحن میں بادشاہ کسی وقت دربار لگاتے ہوں گے دُوسرے ممالک کے بادشاہوں کا اِستقبال کرتے ہوں گے ہٹو بچو کی صدائیں اَور آوازیں ہر طرف گونجتی ہوں گی بادشاہ کے رُعب اَور دبدبے کی وجہ سے محل کے ملازمین کے خون خشک ہو جاتے ہوں گے مگر آج یہاں کوئی نہیں نہ بادشاہت نہ کوئی رعایا بلکہ چند غیر ملکی سیاح اپنے کیمرے اُٹھائے طنز و مزاح اَور خوش گپیوں میں اِن کھنڈرات کے پوز اپنے کیمروں میں محفوظ کر رہے تھے۔

اِس محل کے اَندر دو چوکیدار ایک ٹوٹے پھوٹے اَور بوسیدہ کمرے میں اپنا ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے قہوے کی کیتلی اُنہوں نے چولہے پر چڑھا رکھی تھی اُنہوں نے ہمیں اَندر آنے کی دعوت دی اَور بتایا کہ یہ بادشاہ کا محل تھا میں نے اَز راہ مذاق اُس سے کہا کہ اَخِی تمام بادشاہ مرگئے اَب تم ہی یہاں کے بادشاہ ہو کیونکہ

اَب اِس محل میں تم ہی مقیم ہو، وہ اِس پر بہت مسکرائے۔ اِس محل کے ذرا فاصلے پر ایک زمین دوز اَنڈر گراؤنڈ محل ہے جس کو گرمیوں کا محل کہا جاتا ہے اَور اُس کا نام وہاں ''ملحق القصیر '' لکھا ہوا تھا یہ کمرے ایک تنگ و تاریک گلی کے اَندر داخل ہوں تو اُس کے دونوں طرف بنے ہوئے تھے گلی کے اَندر جا بجا روشنی کے لیے چھوٹے روشن دان بھی چھوڑے گئے ہیں کمروں کا سائز بہت چھوٹا ہے اَندازے کے مطابق ایک چارپائی بڑی مشکل سے اُن کے اَندر آتی ہوگی وہ اُس کا استعمال کس طرح اَور کن مقاصد کے لیے کرتے ہوں گے ہم سمجھ نہیں پائے۔

اِس محل کے پاس ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک منبر رکھا ہوا ہے اِس منبر کا نام ''منبر جامع الکتبیہ'' ہے اِس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ منبر قرطبہ اسپین سے بن کر آیا تھا جس پر کھڑے ہو کر اِمام خطبہ اِرشاد فرماتے تھے۔ میں نے اُس منبر کی سڑھیاں گنی تو وہ نو تھیں اُس کی لمبائی یا اُونچائی بارہ فٹ سے زیادہ ہے منبر کو بنانے میں آٹھ سال کا عرصہ لگا۔ اِس منبر کو مسجد کتبیہ جس کا ذکر میں نے پہلے کیا تھا 1962ء میں لاکر یہاں رکھا گیا ہے۔ اِس پر اَب ٹکٹ لگا کر آمدنی وصول کی جارہی ہے۔

اُریکا :

مراکش سے پون گھنٹے کی مسافت پر موجود ایک تفریحی مقام اُریکا ہے یہ ایک پہاڑی اَور دیہاتی علاقہ ہے سیاح اِس حسین وادی کا نظارہ کرنے کے لیے کثیر تعداد میں یہاں آتے ہیں اِس علاقہ میں بسیں وغیرہ بھی جاتی ہوں گی مگر ہم نے ٹیکسی کرایہ پر لی۔ یہ علاقہ ہمارے پاکستان مری سے ملتا جلتا ہے جب راولپنڈی اَور ملک کے دُوسرے علاقے شدید گرمی کی لپیٹ میں ہوتے ہیں تو اُس وقت مری کا موسم سرد اَور خوشگوار ہوتا ہے اِسی طرح کا موسم یہاں بھی تھا مراکش میں موسم گرم تھا مگر یہاں موسم میں کافی خنکی تھی پہاڑوں کی چوٹیوں سے برف پگھل کر ندی نالوں میں بہہ رہی تھی۔ ندی کے دونوں کناروں پر چھوٹے چھوٹے ریسٹورنٹ بنے ہوئے تھے جہاں سیاح بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور قدرت کی حسین اَور دلفریب وادیوں اَور پہاڑوں کی چوٹیوں کا نظارہ کرتے ہیں۔ ہم بھی کچھ دیر وہاں ٹھہرنے کے بعد واپس مراکش لوٹ آئے۔

جامع افناء :

مراکش شہر کی سب سے خاص اَور دلچسپ جگہ ''جامع افناء'' ہے یہ پرانے شہر کے عین وسط میں ایک

مخصوص جگہ ہے جہاں ہر روز رات کو میلہ لگتا ہے نماز عصر کے بعد اِس پنڈال میں کھانے پینے خصوصًا تکے کباب خشک میوہ جات اَور مالٹے کے جوس کی ریڑھیاں لگی شروع ہو جاتی ہیں۔ میلے میں ڈھول باجے بندروں اَور سانپوں کے کھیل تماشے لوگوں کی خصوصی توجہ کا مرکز ہوتے ہیں، اِس کے علاوہ قصے کہانیاں اَور گیت سنانے والے گروپ اَور مختلف ٹولیاں مہندی لگانے، ہاتھ دیکھ کر قسمت کا حال بتانے والے پامسٹ بھی جگہ جگہ اپنی دُکانیں کھولے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِس میلے سے مراکش کی عرب افریقی تہذیب وتمدن اَور ثقافت کو دیکھنے اَور سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ مراکش کے لوگ اپنے بچوں فیملیوں کے ساتھ ہر روز اِس میلے کی رونق کو دوبالا کرتے ہیں بڑی تعداد میں غیر ملکی سیاح بھی اِس میلے سے خوب لطف اَندوز ہوتے ہیں یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا ہے۔ دُنیا میں شاید یہ واحد ملک ہے جہاں ہر روز میلے کا اِنعقاد ہوتا ہے اَور لوگ بڑھ چڑھ کر اِس میلے میں شرکت کرتے ہیں۔ میلے میں امن وامان کی صورت حال بھی مثالی ہے اکثر میلوں میں دَنگا فساد اَور لڑائی جھگڑے کے جو واقعات رُونما ہوتے ہیں وہ بالکل نہیں یہی اِس میلے کی کامیابی کا اصل راز ہے۔ زیادہ وقت ہم نے اِسی شہر میں گزارا اِس شہر کے اکثر حصوں سے ہم خوب واقف ہو گئے تھے یہ شہر ہمارے لیے کوئی اجنبی شہر نہیں تھا ایسا لگتا تھا کہ جیسے ہم اِس شہر کے باسی ہوں۔

رؤیتِ ہلال :

ہمارے مراکش کے دورے کا ایک مقصد مراکش میں چاند کی رویت کے بارے میں معلومات بھی حاصل کرنا تھا۔ اِس سلسلہ میں ہم نے وہاں کے مدارس مساجد کا دورہ کیا اَور علماء کرام مفتیانِ عظام سے تفصیلی ملاقاتیں کیں جن مساجد کے ائمہ کرام اَور مختلف اِداروں کے ذمہ داروں سے ہم نے ملاقاتیں کیں اُن میں جامع افناء کی مسجد کے بزرگ امام الشیخ عبدالقیوم جو اَزہر یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ جامع مسجد شاوین امام الشیخ عبدالمجید لحلو، مسجد حسن ثانی کے امام الشیخ احمد عمر، جامع مسجد المنصور کے امام الشیخ محمد ابن الحسن اَور بابُ دکالہ میں واقع تبلیغی مرکز کے بزرگوں منتظمین اَور دیگر کئی علماء اَور خطباء سے ملاقاتیں کیں۔ ہم نے اُن سے مراکش میں رویت ہلال کے طریقہ کار اَور نظام کے بارے پوچھا تو تمام ہی علماء نے کہا کہ مراکش میں چاند کی رویت کا نظام بہت مضبوط اَور قوی ہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ حکومت نے وزارتِ اَوقاف میں جید علماء کرام اَور ماہرین فلکیات پر مشتمل بورڈ تشکیل دے رکھا ہے جو پورے ملک سے چاند کی رویت کے بارے میں

شہادتیں اکٹھی کرتا ہے صحیح اَور ٹھوس شہادتوں کی روشی میں چاند کی رویت کا اعلان ریڈیو اَور ٹی وی کے ذریعے کر دیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اِس سلسلہ میں کبھی بھی کائی اختلاف سامنے نہیں آیا، مراکش کے علماء اَور دینی طبقہ اِس پر پوری طرح مطمئن ہیں۔

ہم جب اُن سے انگلینڈ میں چاند کی رویت کے بارے میں بتاتے کہ یہ مسئلہ ہمارے درمیان ایک نزاعی مسئلہ بنا ہوا ہے اَور علماء اِس میں سخت اِختلافات کا شکار ہیں تو وہ بہت حیران ہوئے اَور اِس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کی اُس مشہور حدیث کا حوالہ دیتے کہ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَ اَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ فَاِنْ غُمَّ فَاَتِمُّوْا ثَلَاثِیْنَ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اَور چاند دیکھ کر اِفطار کرو اَور اگر مطلع اَبر آلود ہو تو تیس دن پورے کرلو۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ تو نہایت سادہ اَور آسان مسئلہ ہے حضور اکرم ﷺ کی واضح ہدایات کی روشنی میں تو کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیے۔ اِن حضرات کی بات میں کتنا وزن ہے اگر برطانیہ کے علماء اِس بات پر غور کریں ضد، ہٹ دھرمی اَور جھوٹی اَنا چھوڑ دیں تو واقعی اِس میں کوئی مشکل نہیں۔ بہرحال ایک بات تو طے ہوئی کہ مراکش میں رویت ہلال کا نظام بہت قوی ہے اَور وہاں کے دینی حلقے اَور علماء اِس سے پوری طرح مطمئن ہیں وہ لوگ جو مراکش کے بارے میں شکوک وشبہات کا اِظہار کرتے ہیں اُس میں کوئی حقیقت نہیں۔ برطانیہ کے علماء کو مسلمانوں کے وسیع تر مفاد اَور اُن کی مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے مراکش کو فالو کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اَور صرف سعودی عرب کی رویت پر ہی اِصرار نہیں کرنا چاہیے اَور پھر ایسی صورت میں جب سعودی عرب کی رویت پر علماء کرام کے شدید تحفظات بھی ہوں۔ مراکش میں نمازوں کے اَوقات بھی وہی ہیں جو برطانیہ میں ہیں۔

مغرب کی نماز کا فرق ہے وہاں چونکہ دِن ذرا بڑھا ہے اِس لیے مغرب تاخیر سے ہوتی ہے لیکن عشاء کی نماز برطانیہ اَور مراکش میں سات بجے ہوتی ہیں۔ عشاء کی نماز کا وقت دونوں ملکوں میں ایک ہے اِس کا مطلب ہے کہ وہاں سے باآسانی چاند کے بارے میں خبر مل سکتی ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ وہاں سے خبر کون حاصل کرے اَور کون کن ذرائع سے لوگوں تک پہنچائے اَور دُوسری بات یہ ہے کہ اگر کبھی خبر عشاء تک نہ پہنچے اَور لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر گھروں کو جا چکے ہوں تو پھر کس طرح اُن کو آگاہ کیا جائے۔ اِن دو باتوں کا اگر حل نکال لیا جائے تو برطانیہ میں چاند کے مسئلے کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔ (جاری ہے)

دینی مسائل

کپڑے وغیرہ کی قسم کھانے کا بیان :

مسئلہ : قسم کھائی کہ اِس قالین پر نہ لیٹوں گا پھر قالین بچھا کر اِس کے اُوپر چادر بچھائی اَور لیٹا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اَور اگر اِس قالین کے اُوپر ایک اَور قالین یا کوئی دری بچھائی اُس کے اُوپر لیٹا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ : قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھوں گا پھر زمین پر بوریا یا کپڑا یا چٹائی، ٹاٹ وغیرہ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اَور اگر قسم کھانے والی عورت ہو اَور اپنا دوپٹہ جو اَوڑھے ہوئے ہے اُسی کا آنچل بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی اَلبتہ اگر دوپٹہ اُتار کر بچھا لیا تب بیٹھی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ : قسم کھائی کہ اِس چارپائی یا اِس تخت پر نہ بیٹھوں گا پھر اُس پر دری یا قالین وغیرہ کچھ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر اِس چارپائی کے اُوپر ایک اَور چارپائی بچھائی اَور تخت کے اُوپر ایک اَور تخت بچھا لیا پھر اُوپر والی چارپائی اَور تخت پر بیٹھا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

متفرق مسائل :

مسئلہ : اگر کسی نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا قسم اَنار ضرور کھاؤں گا تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھا لینا کافی ہے۔ اَور اگر کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا قسم اَنار نہ کھاؤں گا تو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑے گا جب کبھی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر ایسا ہوا کہ گھر میں اَنار اَنگور وغیرہ آئے اَور خاص اُن اَناروں کے لیے کہا کہ نہ کھاؤں گا تو اَور بات ہے وہ نہ کھائے اُس کے سوا اَور منگا کر کھائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ : شوہر نے قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی نہ ماروں گا پھر غصہ میں چوٹی پکڑ کے گھسیٹا یا گلا گھونٹ دیا یا زور سے کاٹ کھایا تو قسم ٹوٹ گئی اَور جو دِل لگی اَور پیار میں کاٹا ہو تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ : وہ اَفعال جن میں زِندہ اَور مُردہ دونوں شریک ہوں مثلاً غسل دینا اَور اُٹھانا اَور چھونا اَور کپڑا پہنانا تو اِن کی قسم حالتِ حیات کے ساتھ خاص نہیں ہوگی لہٰذا اگر قسم کھائی کہ فلاح کو نہ نہلاؤں گا پھر

اُس کے مرجانے کے بعد نہلایا تو قسم ٹوٹ گئی۔

اَور وہ اَفعال جو حالتِ حیات کے ساتھ خاص ہیں مثلاً وہ اَفعال جو لذت یا اَلم یا سرور یا غم کا باعث ہوں مثلاً گالم گلوچ کرنا اَور مار پیٹ کرنا وغیرہ تو اِن کی قسم صرف حالتِ حیات کے ساتھ خاص ہوگی۔ لہٰذا اگر قسم کھائی کہ میں تجھے نہیں ماروں گا یا تجھے گالی نہیں دُوں گا پھر اُس کے مرنے کے بعد اُس کو مارا یا گالی دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ : جس قسم کو اُس کا وقت آنے سے پہلے پورا کرنا ممکن نہ رہے تو وہ قسم ختم ہو جاتی ہے مثلاً قسم کھائی کہ اپنا قرض کل اَدا کر دُوں گا پھر آج ہی قرض اَدا کر دیا یا قسم کھائی میں کل اُس کو قتل کر دُوں گا لیکن جس کو قتل کرنا تھا اُس کی آج ہی موت ہوگئی تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ : زید نے کھانا کھاتے ہوئے بکر کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ بکر نے کسی رنجش کی بناء پر قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا تو اِس قسم کا تعلق صرف اِس کھانے کے ساتھ ہوگا، بعد میں اگر کسی اَور وقت بکر نے کھانا کھایا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

اِسی طرح بیوی ایک وقت اپنی ماں کے یہاں جانے پر بضد تھی، شوہر کہتا تھا اِس وقت مت جاؤ، بیوی کے نہ ماننے پر شوہر نے کہا اگر تو گئی تو تجھے طلاق، تو اگر بیوی اُس وقت نہ گئی بعد میں پھر کسی وقت گئی تو طلاق نہ پڑے گی کیونکہ قسم کھانے والے کا مقصد صرف اُسی وقت سے تھا۔ اِس قسم کو ''یمین فور'' کہتے ہیں۔

مسئلہ : کسی نے دُوسرے کو کہا تمہیں خدا کی قسم ہے فلاں کام کر دو یا فلاں کام مت کرو تو اِس سے متکلم یا مخاطب دونوں میں سے کسی پر قسم واقع نہیں ہوتی۔ مخاطب پر اِس کے مطابق عمل کرنا واجب نہیں اَور نہ ہی اِس کے خلاف کرنے سے کسی پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ اَلبتہ بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی جائز کام ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کی خاطر مخاطب اگر ممکن ہو تو اُس کی تعمیل کرے۔

قسم میں عام کی تخصیص کی نیت کرنا :

قسم میں لفظ عام کا استعمال کیا لیکن اِس کے کسی ایسے خاص فرد کی نیت کی جو دعویٰ سے مختلف ہے تو اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو تو اُس کی نیت معتبر ہوگی اَور اگر ظالم ہو تو معتبر نہیں ہوگی مثلاً زید کے پاس ایک کتاب ہے جو اُس نے خالد سے خریدی ہے۔ بکر زید کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اِس کتاب کو اُس کے ہاتھ فروخت کر دے

اَور بکر زور آور بھی ہے جبکہ زید نایاب یا کمیاب ہونے کی وجہ سے فروخت نہیں کرنا چاہتا۔ زید بکر کے جبر اَور زور سے بچنے کے لیے قسم کھاتا ہے کہ یہ کتاب تو خالد نے میرے پاس رکھی ہے اَور یہ نیت کی کہ میرے خرید نے پر اُس نے میری ملکیت پر میرے پاس رکھی جبکہ بکر کو یہ تأثر دیا کہ یہ بکر کی کتاب ہے جو اُس نے میرے پاس اَمانت رکھی ہے تو اِس طرح قسم کھانا اَور نیت کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں زید مظلوم ہے اَور اِس کی قسم سچ سمجھی جائے گی۔

اَور اگر زید نے بکر پر دعوٰی کیا کہ اُس نے اپنا قلم زید کے ہاتھ فروخت کیا تھا لہٰذا وہ اُس کے سپرد کرے۔ بکر نے اگرچہ فی الواقع فروخت کیا تھا لیکن اَب وہ مکر گیا اَور قسم اُٹھوانے پر اُس نے یوں قسم کھائی کہ خدا کی قسم میرے ذمہ اِس قلم کو سپرد کرنا نہیں ہے اَور یہ نیت کرلی کہ ہدیہ کے طور پر سپرد کرنا میرے ذمہ نہیں ہے تو چونکہ بکر ظالم ہے اِس لیے اُس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اَور اُس کی قسم جھوٹی سمجھی جائے گی۔

وفیات

☆ دارُالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمہ اللہ مہتمم جامعہ اِسلامیہ نصرت الاسلام ۲۱ راکتوبر کو گلگت میں اِنتقال فرما گئے، آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی ؒ کے شاگرد تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ ☆ جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا عزیز اللہ صاحب کی والدہ صاحبہ گزشتہ ماہ کوئٹہ میں وفات پاگئیں۔ ☆ جامعہ مدنیہ قدیم کے سابق مدرس مولانا عارف صاحب کا گیارہ سالہ بیٹا طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ چنیوٹ میں وفات پاگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اَیصالِ ثواب کرایا گیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۴/اکتوبر کو بعد نمازِ ظہر ناظم عمومی جمعیت علمائے اِسلام حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اَور طلباء سے عمومی خطاب فرمایا، بعد اَزاں جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لائے اَور چائے نوش فرمائی اَور ملکی حالات پر گفتگو ہوئی۔

۲۵/اکتوبر کو صبح گیارہ بجے محترم الحاج ڈاکٹر ابوسلمان صاحب شاہجہاں پوری مدظلہم جامعہ جدید تشریف لائے اَور طلباء سے سوال و جواب کی عمومی نشست ہوئی جو ایک گھنٹے سے زائد جاری رہی۔ بعد اَزاں جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لائے اَور دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)